

35

تذکرہ

# حضرت شاہ بلا و قاری



ترجمہ مولانا

میاں اخلاق احمد ایم اے



تذکرہ

شاہ  
حضرت  
بلال  
فاوری



روضہ مبارک

گھوٹے شاہ روڈ دباغ راجہ و نیاتھ چامیراں لاہور



بہا - لکھنؤ  
گر تو می خواہی مسلمان زیستن  
نیت ممکن جز بہ قرآن زیستن  
اقبال  
مخلص

تذکرہ حضرت شاہ بلاول قاورمیؒ

سوانح حیات حضرت شاہ بلاول قاورمیؒ

المشہور  
حضرت شاہ بلورؒ

مرتبہ و مؤلفہ

میاں اخلاق احمد ایم - اے

۳۳ شاد باغ لاہور



۲۹۲۶۷۹۲

۲۹۲۶۷۹۲

۲۲۸۷۰

(۲=)

۲۲۸۷۰

# فہرست

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۵	تعارف	(۱)
۱۶	پیش لفظ	(۲)
۲۱	اسم و القاب، ابتدائی تعلیم و حالات حضرت شاہ بلاول قادریؒ	(۳)
۲۲	درس و تدریس	(۴)
۴۶	اخلاق و عادات حضرت شاہ بلاول قادریؒ	(۵)
۵۲	خوارق و کرامات حضرت شاہ بلاول قادریؒ	(۶)
۵۶	وصال و تاریخ وفات حضرت شاہ بلاول قادریؒ	(۷)
۵۷	مزار حضرت شاہ بلاول قادریؒ	(۸)
۶۵	تولیت و نگرانی مزار حضرت شاہ بلاول قادریؒ	(۹)
۶۸	شجرہ بیعت سلسلہ عالیہ قادریہ حضرت شاہ بلاول قادریؒ	(۱۰)

تعلیم و تدریس

۱۸/۵۱

(جملہ حقوق محفوظ)

تعداد اشاعت  
مطبوعہ  
طبع  
ناشر  
سال تصنیف  
سال طباعت  
ذریعہ تمام  
کتابت  
پانچ سو  
آر ایس بی پرنٹرز لاہور  
ادل  
میاں اخلاق احمد ایم اے ایم اے شاد دیاغ  
لاہور  
۱۹۶۴ء  
۱۹۶۵ء  
چودھری محمد انور کاچھو  
حافظ رفیق احمد



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

سید چو بیرون آمدم از مم  
مرق او چو بیرون آمدم از مم  
نکای پنجاب از مم او زنده گشت  
صیح ما از مهر او تابان گشت

داکتر علامہ محمد اقبال مرحوم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

حکمتِ دنیا فزاید ظن و شک  
حکمتِ دینی پر و فوق فلک

## تعارف

راقم الحروف اس سے قبل حضرت خواجہ سید خاوند محمود المعروف حضرت  
ایشان نقشبندی، بخاری ثم لاہوری کے حالات و واقعات زندگی اور آپ  
کے علمی و روحانی فیوض و برکات پر ایک کتاب سپرد قلم کر چکا ہے جسے شائع  
ہوئے قریباً ایک سال کا عرصہ ہوا ہے اس تذکرے میں میں نے اپنی گونا گوں  
مصروفیات کے باوجود بقدر امکان حضرت ایشان کے حالات زندگی جتنے  
کتب مروجہ سے حاصل ہو سکتے تھے۔ یکجا فراہم کر دئے میری اس ناتمام کوشش  
کو علمی حلقوں نے اور خاص کر ان احباب نے جو صوفیائے کرام کی مقدس زندگی  
سے والہانہ الفت رکھتے تھے بے حد پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور اس  
خاکسار کو بعض دلی دوستوں کے اصرار اور قلبی محبتوں کی درخواست نے مجبور  
کیا کہ میں حضرت شاہ بلاول جو حضرت ایشان کے ہم عصر اور ہمساہنگی میں  
اقامت رکھتے تھے کے حالات و واقعات زندگی اور آپ کے علمی و روحانی

فیوض و برکات قلمبند کردوں۔ تلاش بسیار کے بعد چند کتب و تذکرے دستیاب ہوئے جن میں آپ کا ذکر ضمنی یا تصریحاً مذکور تھا۔ بعض تذکروں میں محض تکرار مضمون تھا ان کے علاوہ بعض ایسی کتابوں کی نشاندہی ہوئی جو میرے لیے مفید ہو سکتی تھیں مگر ان کتابوں کا ملنا فی الحال دشوار ہے بر حال اس تذکرے میں جس قدر مواد حضرت شاہ بلاول کے متعلق فراہم ہو سکا ہے درج کر دیا ہے اگرچہ کسی کتاب کو بھی کسی زمانے میں حرفِ آخر نہیں کہا جاسکتا، تحقیق و تلاش ہر زمانے سے وابستہ رہی ہے اور ہے گی اس سعی و کاوش کے باوجود مزید تحقیقات اور تجسس کی گنجائش موجود ہے۔

حضرت شاہ بلاولؒ سلسلہ قادریہ سے منسلک تھے اس سلسلے کے امام اول حضرت رضا بن حضرت موسیٰ کاظم المثنوی ۲۰۸ھ میں ان سے حضرت شیخ معروف کرخی بن فیروز المثنوی ۲۰۶ھ نے اخذ فیض کیا۔ اس طرح یہ سلسلہ حضرت سری سقطیؒ اور حضرت شیخ جنید بغدادیؒ اور حضرت شیخ ابو بکر شبلیؒ سے گزرتا ہوا حضرت سید عبدالقادر جیلانی حسنی الحسینی المثنوی ۵۶۱ھ تک پہنچتا ہے۔ آپ اس سلسلے کے بانی ہیں۔ اسی لیے یہ سلسلہ آپ کے نام

سے محبوب الواصلین، شجرۃ الانوار، تشریف الشرفا وغیرہ۔ سے بعض تذکروں میں آپ کی تابع ذوات کا سن ۵۶۷ھ بھی درج ہے جو درست نہیں۔

صاحب سفینۃ الاولیاء کے بیان کے مطابق آپ کی وفات بزمانہ خلافت ابو المنظر یوسف بن معضی الملقب بہ مستجد باللہ خلیفہ عباسی شیب بکثنیہ اٹھویں یا نویں ربیع ثانی ۵۶۷ھ کو بمقام بغداد واقع ہوئی۔

سے منسوب ہے۔ اشاعتِ دین اسلام اور اتباعِ قرآن و سنتِ ریاضتِ عبادت، مراقبہ، ذکر و فکر غیر شرعی امور سے احتیاط اور جوشِ تبلیغ اس سلسلے کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ ذکرِ خفی و جلی و دنوں جائز سمجھے جاتے ہیں۔ اس سلسلے کے اکثر و بیشتر بزرگ سماع کی طرف زیادہ اعتنا نہیں رکھتے خود حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ فقہی مسائل میں حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے مقلد تھے۔ اور فتویٰ امام شافعی اور امام حنبل کے مذہب پر دیا کرتے تھے۔ آپ کے خلفاء اور اولادِ امجاد سے بعض بڑے پایہ کے بزرگ گزرے ہیں جن کے علمی و روحانی فیض اور تبلیغی سرگرمیوں سے تمام اکنافِ عالم میں اسلام پھیلا اور اولیائے کرام نے ہر دور میں حق و صداقت کی آواز کو بلند کیا، ظلم و ستم اور جبر و استبداد کی حکمی میں پسے ہوئے انسانوں کی حوصلہ افزائی کی۔ ظالم کا ہاتھ روکا، مظلوم کی مدد کی بڑے بڑے جابر حکمرانوں کے درباروں میں سر نہ جھکایا۔ بادشاہوں کو برسرِ عام ان کی غلطیوں پر ٹوک دیا۔ شرک و بدعت کی تمام رسومات کو ختم کیا۔ صدق و صداقت کے لیے جئے، وہ خدا کے دوست تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی، نصرتِ خداوندی ہمیشہ ان کے شامل حال رہی، بڑے بڑے گمراہوں نے ان سے رشد و ہدایت کا بلند ترین مقام حاصل کیا۔ ان اولیائے کرام میں حضرت شاہ بلاولؒ، بعہد شاہ جہان سلسلہ قادریہ کی اہم شخصیت ہیں۔ آپ شیخِ کامل و اکمل، صاحبِ تصرف اور زبردست جذبہ کے مالک تھے۔ لاہور مدینۃ الاولیاء اور بغداد العلم جیسے مقام

پر سکونت اختیار کی اور اپنے علم و فضل کے چشموں سے لاہور کی سرزمین کو سراہا  
 کیا اور علوم دینیہ کی اشاعت میں مصروف رہے۔ آپ نے پرویزہ آباد کے  
 نزدیک مشرقی جانب دریائے راوی کے بالمتقابل بلند مقام پر مسجد، خانقاہ، غنچہ  
 عمدہ سیرگاہ اور ایک مدرسہ تعمیر کروایا۔ اس کے ساتھ قیام گاہ اور بڑا وسیع لنگر  
 جاری کیا۔ تمام عمر درس و تدریس ہدایتِ خلق اور تبلیغِ دین اسلام میں گزاری۔

لے چاہ میراں، کوٹ خواجہ سعید، گھوٹے شاہ اور شاہ بلاول کے گرد و نواح کا علاقہ  
 بہت جہانگیر بادشاہ پرویزہ آباد کے نام سے مشہور تھا۔ شاہزادہ پرویزہ جہانگیر بادشاہ  
 کا بیٹا اور شاہ جہاں کا بھائی تھا۔ داراشکوہ کی شادی ۱۰۲۲ھ میں پرویزہ کی لڑکی نازنگہ  
 سے ہوئی تھی۔ موضع کوٹ خواجہ سعید میں شاہزادہ پرویزہ کا مقبرہ ہے۔ مگر اس  
 مقبرہ میں شاہزادہ پرویزہ دفن نہیں اس نے ۶ صفر ۱۰۳۵ھ میں وفات پائی اور  
 اگر وہ اپنے باغ میں دفن کیا گیا رکھو اگر کارنامہ جہانگیری تاریخ ہندوستان  
 جلد ششم ص ۲۲۲ مؤلف مولوی ذکاء اللہ) یہ مقبرہ بہت شکستہ حالت میں ہے  
 اور قابلِ مرمت ہے۔ مقبرہ کی قبر سنگ مرمر کے آٹائے جانے سے بہت خوب  
 ہو گئی تھی۔ ایک خداترس بزرگ مسیحی جو پدھی محمد حسین سکھ ضلع گوجرانوالہ نے  
 اس قبر کی مرمت کرادی اور اس کے سرہانے سنگ مرمر کی تختی پر یہ عبارت لکھوائی  
 "داراشکوہ بھائی عالمگیر شاہ جہاں کا بیٹا خاندان قادری ۱۳۳۹ھ" چوہدری صاحب  
 صاحب قبر کا نام داراشکوہ لکھتے ہیں حالانکہ داراشکوہ دہلی میں قتل کیا گیا اور وہیں  
 مقبرہ بنائوں میں دفن ہوا۔ کوٹ خواجہ سعید کے بعض لوگوں کا بیان ہے کہ یہ

اپنے علمی دروہانی فیوض و برکات سے ایک دنیا کو فیضیاب کیا اور سلاطین و  
سے بھی خراج تحسین حاصل کیا۔ خواص و عام حاضر خدمت ہو کر اخذ فیض  
کرتے تھے۔ حضرت ایٹال، حضرت طاہر بیدگی، حضرت شیخ احمد  
مجدد الف ثانی، حضرت شیخ محمد میر المشہور میاں میر بالا پیر قادری قدس سرہ

بقیہ حیات یہ صلا

مقبرہ دارا شکوہ کی دائی کا ہے مگر اس کا ثبوت کسی تاریخ میں نہیں ملتا۔ تحقیق جاری ہے۔  
قبر کی موجودہ حالت بہت خستہ اور شکستہ ہے بلکہ مٹ رہی ہے۔ پر دیزہ آباد عہد مغلیہ  
میں پر رونق مقام تھا اور تجارت کا ایک اہم مرکز تھا۔ کاروبار کے لحاظ سے اسے بہت  
اہمیت تھی۔ لہٰذا دین کا طریقہ مال بعبوض مال تھا۔ مولوی نور احمد چشتی مصنف تحقیقات  
چشتیہ کے معاصرین میں ایک بزرگ مفتی تاجدین بن مفتی امام دین بن قاضی نظام  
الدین تھے جنہوں نے ۱۷۶۷ء میں جان کلارک ڈپٹی کمشنر لاہور کے حکم سے ضلع لاہور  
کے حالات قلمبند کرنے شروع کئے۔ آپ کے بزرگ سوہدرہ ضلع سیالکوٹ کے  
رہنے والے تھے لاہور تشریف لائے اور اوزنگ ڈپٹی عہد میں بعدہ قضای لاہور  
دہلی سرفراز ہوئے اور "خانی" کا خطاب پایا۔ دس ہزار روپیہ جاگیر اور بحساب  
پانچ روپیے فی صدر ایک قبائلی بیع و رہمن و عہدہ و تملیک وغیرہ مقرر تھا۔ سکھوں کے  
عہد میں کوئی جاگیر اس گھرانے کے پاس نہ رہی مگر لقب اور عہدہ برقرار رہا۔ آپ  
پر دیزہ آباد کے بارے میں تحریر کرتے ہیں "منڈوی شہزادہ پر دیزہ کوئی میراں سے تھوڑے  
فاصلے پر جانب مشرق میں شہزادہ پر دیزہ نے جو کسی بادشاہ چغتائی کا بیٹا تھا بنام خود  
منڈوی آباد کی تھی۔ اور ایک بازار مربع اور سویلی عالی شان بنوائی اور اسی جگہ دنیا

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور علامہ مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی آپ کے معاصرین میں سے تھے۔ ان ہی بزرگوں کی دعوت و ہمت کا نتیجہ تھا کہ اکبری عہد کی بدعات و اختراعات مذمومہ جس کا بیج اکبر بادشاہ کی جہالت اور اس کے درباری علمائے سوء نے بویا تھا اور جو جہانگیر کو میراث میں ملا تھا بار آور نہ ہو سکا جہانگیر و شاہ جہان کے عہد حکومت میں جتنی تجدید و اصلاح ہوئی وہ انہی بزرگوں کی رہنمائی سے ہے۔ حضرت ایشاں المتوفی ۱۰۵۲ھ نے درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی المتوفی ۱۰۳۲ھ نے اصلاح و تجدید اور تبلیغ اسلام کا آواز بلند کیا جس کے صدائے بازگشت آج تک دنیا نے اسلام کے درو دیوار سے آ رہی ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی المتوفی ۱۰۵۲ھ نے اپنے تبحر علم اور اپنی دور رس نگاہ سے عہد اکبری سے لے کر اپنے عہد تک تمام حالات و واقعات کا جائزہ لیا۔

بقیہ حاشیہ ص ۱۰۰ گیا اس واسطے اس لہجے کا نام پر ویز مشہور ہوا۔ مولوی نور احمد اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ پر ویز بیٹا شاہ جہاں کا تھا جو خور و سالی میں مر گیا۔ مفتی تاجدین اور مولوی نور احمد چشتی دونوں کی تحقیق درست نہیں حالانکہ پر ویز شاہ جہاں کا بیٹا تھا اور اگر وہ میں اپنے باغ میں دفن کیا گیا۔ ان کے علاوہ لاکھنؤ والی اپنی کتاب "تاریخ لاہور ص ۲۷۳" میں بیان کرتے ہیں کہ مقبرہ شاہزادہ پر ویز کے چاروں طرف عالیشان دروازے تھے اور اندر قبر شاہزادہ پر ویز شاہ جہانگیر کی جو بوقت تخت نشینی شاہ جہاں کے سفر کشمیر سے آتا ہوا لاہور میں آصف جاہ وزیر نے قتل کر دیا تھا بنی ہوئی تھی اب کچھ بھی نہیں۔ یہ بیانیہ کمزور تحقیق پر مبنی ہے۔

اور دینی نصاب تعلیم میں قرآن و حدیث کو مقدم قرار دے کر ہر طالب علم کے دل میں یہ بات نقش کر دی کہ جو شخص قرآن و حدیث میں اپنی رائے کو دخل دے وہ کفر کا مرتکب ہے وہ علم علم نہیں جو تقویت دین کا باعث نہ ہو۔ حضرت شیخ محمد میر المعروف میاں میر اور حضرت شیخ بلاول قادری نے اپنے فقر غیور، زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت اور مستغنی المزاجی کی بہترین مثال پیش کی جس سے سلاطین وقت بھی متاثر ہوئے۔ حضرت شیخ محمد طاہر نقشبندی مجددی، قادری المتوفی ۱۰۴۰ھ نے بلا معاوضہ وعظا اور درس و تدریس کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ کتب تفسیر، حدیث اور فقہ کی تصحیح و محشی سے رزقِ حلال حاصل کیا۔ محلہ میانی میں آپ نے ایک مدرسہ بھی جاری کیا۔ مدرسہ کے ساتھ ایک نایاب کتب خانہ بھی تھا اور اپنے علمی کمالات اور روحانی فیوضات سے طالبان علم کو مالا مال کیا۔ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی المتوفی ۱۰۶۷ھ نے علوم منقولات و معقولات سے

۱۰ مدرسہ کی وجہ سے ایک عالی شان بستی قائم ہو گئی اور میانی کے نام سے شہرت پائی۔ پنجابی زبان میں "میاں" یا ملا مولوی کو کہتے ہیں پھر یہ لفظ بگڑتے بگڑتے میانی ہو گیا۔ سکھوں کے عہد حکومت میں یہ بستی اجڑ گئی اور آبادی معدوم ہو کر قبرستان کی شکل میں تبدیل ہو گئی۔ علاقہ لاہور کا سب سے بڑا قبرستان ہے۔ قبرستان کے وسط میں حضرت طاہر، بندگی کا مزار ہے۔ ایک بزرگ مفتی تاج الدین بن مفتی امام دین بن قاضی نظام الدین جنہوں نے ۱۸۶۷ء میں میجر جان کلارک ڈپٹی کمشنر لاہور کے حکم سے ضلع لاہور کے حالات قلمبند کئے، تحریر کرتے ہیں "میاں جہت مغرب و جنوب محلہ پیر منگ جس قدر آبادی تھی میانی کہلاتی تھی اگرچہ محلہ ہائے متعلقہ شہر لاہور سے الگ تھے یہ



دینِ قیم کی تائید و حمایت کی غرض کہ ان بزرگوں کی اصلاح و تجدید اور علمی و روحانی کوشش سے ہندوستان میں علوم اسلامیہ نے زندگی اور پائیداری حاصل کی۔ اگر یہ بزرگ نہ ہوتے تو ہندوستان میں اسلام بحیثیت دین کا قائم رہنا مشکل تھا۔

ان بزرگوں کا اسوہ حسنہ، اعلائے کلمۃ الحق کا جذبہ، ان کی علمی و روحانی اور اصلاحی تحریکات اس مادی اور سیاسی دور میں ہمارے اخلاق و کردار کی تعمیر میں شمعِ ہدایت اور مشعلِ راہ ہیں۔

حضرت شاہ بلاول قادریؒ کی سوانح حیات کے ساتھ ساتھ آپ کی چند کرامات کا بھی ذکر کیا ہے ولی کی سب سے بڑی کرامت اس کا اتباع کتاب و سنت ہے۔ کتاب و سنت کی صحیح پیروی اور پُر خلوص کاربندی ہی دینِ اسلام ہے۔

حضرت غوث الثقلین محی الدین سلطان شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی نہایت اختصار کے ساتھ آغاز کتاب میں درج کر دیئے ہیں کیونکہ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ کے بانی اور مورثِ اعلیٰ ہیں۔ اگرچہ یہ سلسلہ مختلف واسطوں سے گزرتا ہوا حضرت امامِ اہلِ رضائین حضرت موسیٰ کاظم المتوفی ۲۰۸ھ تک منتهی ہوتا ہے اور درمیانی واسطوں میں جو بزرگ آتے ہیں ان کا بیان اس لیے حذف کر دیا ہے کہ ان بزرگوں کے حالات زندگی نہایت شرح و بسط کے ساتھ متقدمین کے تذکروں میں مل جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ کئی اور

مفصل و مجمل تذکرے لکھے گئے ہیں جو علمی تحقیق و تجسس سے مراد ہیں البتہ حضرت شاہ بلاول قادری کی سوانح حیات کے ذکر میں جہاں کہیں کسی اور بزرگ یا کسی اہم ہستی کا نام آگیا ہے حاشیہ میں اس کا ذکر نہایت اختصار کے ساتھ تحریر کر دیا ہے۔

اس مختصر سے مضمون کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ اے خدائے بزرگ و برتر ہمیں ان مقدس ہستیوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخش اور مجھ کو گنہگار کو حضرت شاہ بلاول قادری اور جملہ اولیاء اللہ کی سچی محبت عطا فرما اور قیامت کے روز ان ہی کے ساتھ محشور فرما! آمین ثم آمین

آخر میں میں جناب محترم میاں عالمگیر شجاع صاحب اور جناب محمد اقبال فاروقی صاحب ایم اے کا شکر گزار ہوں کہ ان محرم حضرات نے اس کتاب کی تدوین و تالیف میں میری مدد فرمائی اور قیمتی مشوروں سے مجھے نوازا اور بعض قابل قدر کتب فراہم کیں اس سعی و کوشش کے باوجود اگر کوئی فرود گذاشت رہ گئی ہو تو اہل علم حضرات سے معذرت خواہ ہوں۔ اگر وہ مجھے اس سے مطلع فرمائیں تو ان کامنوں احسان ہوں گا تاکہ آئندہ کسی اشاعت میں اس کو ملحوظ رکھا جاسکے۔

احقر

میاں اخلاق احمد عفی عنہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## پیش لفظ

از پروفیسر محمد ایوب قادری صاحب ایم اے اردو کالج کراچی

صوفیائے کرام نے معاشرہ کی اصلاح و تربیت کے سلسلے میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ ہماری مذہبی تاریخ کا روشن باب ہیں۔ وہ عوام میں گھل گھل کر ان کے معیار کے مطابق اصلاح و تبلیغ کے فرائض انجام دیتے تھے۔ شاہانِ وقت تو ملک فتح کرتے تھے مگر صوفیہ و مشائخِ دلوں پر حکمرانی کرتے تھے بلکہ آج بھی کرتے ہیں۔ ان کی زندگی اسلام کے عین مطابق ہوتی تھی۔ قول و فعل میں کوئی تضاد نہیں ہوتا تھا۔ یہی سبب تھا کہ جو کام تلوار نہیں کر سکتی تھی وہ کام صوفیہ کے میٹھے بول انجام دیتے تھے۔ وہ دور دراز علاقوں، غیر معروف دیہات بلکہ جنگل، پہاڑ اور ریگستانوں میں بچھ جاتے تھے لوگوں کے دلوں کو مسخر کر لیتے تھے اور نئی نئی بستیاں بسا دیتے تھے۔ شیخ علی ہجویریؒ، خواجہ معین الدین چشتیؒ، بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ، جلال الدین تبریزیؒ، سید محمد غوث گیلانیؒ، حللیؒ، اورچی جیسے اکابر مشائخ نے برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی ایسی آبیاری کی وہ دیکھتے ہی دیکھتے ایک تناور درخت کی شکل اختیار کر گیا۔ برصغیر پاک و ہند میں شروع میں چشتیہ اور سہروردیہ سلسلے کے

مشائخ نے اصلاحی و تبلیغی کام سرانجام دیا۔ بعد ازاں قادیانہ نقشبندیہ سلسلوں کے مشائخ آئے۔ تبلیغ اسلام اور تہذیب معاشرہ کے باب میں ان سلاسل کے صوفیہ کی بڑی خدمات ہیں۔

مدینۃ الاولیاء لاہور میں بڑے بڑے اولیائے کرام استراحت فرما رہے ہیں کے قافلہ سالار حضرت شیخ علی بھجوریؒ ہیں۔ لاہور کے صوفیہ مشائخ کے سلسلے میں متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں سب سے پہلی کتاب شیخ احمد زنجانیؒ کی "تحفۃ الواصلین" ہے جس کا ذکر اکثر کتابوں میں ملتا ہے مفتی غلام سرور لاہوری کے تذکرے خزینۃ الاصفیاء اور حلیقہ الاولیاء بھی صوفیائے لاہور کے سلسلے میں خاص ماخذ ہیں۔ پیر غلام دستگیر نامی مرحوم نے بزرگان لاہور اور محمد لطیف ملک مرحوم نے اولیائے لاہور مستقل کتابیں لکھیں۔ اس سلسلے میں ہمارے مخلص دوست میاں محمد دین کلیم، مفتی محمود عالم ہاشمی مرحوم اور اقبال احمد فاروقی ایم اے قابل ذکر بزرگ ہیں انہوں نے بڑا قابل قدر کام کیا ہے۔ محمد دین کلیم نے چاروں سلسلوں کے صوفیہ پر چار مستقل کتابیں لکھ دیں۔ مفتی محمود عالم ہاشمی مرحوم اور اقبال احمد فاروقی ایم اے نے خزینۃ الاصفیاء کا ترجمہ اردو زبان میں کیا جو چھپ کر خواص و عام سے خراج تحسین حاصل کر چکا ہے۔

میرے دوست میاں اخلاق احمد صاحب ایم اے کو بھی اس موضوع سے خاص دلچسپی ہے انہوں نے اس سے پہلے لاہور کے مشہور نقشبندی بزرگ خواجہ خاند محمود المعروف بہ حضرت الیشاں کے حالات و تذکرہ حضرت

ایشاں؟ کے نام سے لکھے ہیں۔ اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایے کہ مختصر سے عرصہ میں اس کے تین ادیشن نکل چکے ہیں۔

میاں صاحب نے اب لاہور کے ایک اور معروف بزرگ شاہ بلاول قادری (فلسفہ) جو حضرت ایشاں کے ہم عصر اور ہمساہنگ ہیں اقامت پذیر تھے کے حالات مرتب فرمائے ہیں۔ وہ عہد مغلیہ کے مشہور بزرگ ہیں ستر سال کی عمر میں عہد شاہجہانی میں ان کا وصال ہوا ہے۔

میاں صاحب نے کتاب کو مکمل بنانے کی پوری کوشش کی ہے جس کا اندازہ ان کی فہرست حوالہ جات سے ہوتا ہے جن شخصیتوں کے نام ضمنی طور پر آگئے ہیں ان کے حالات بھی نہایت ایجاز و اختصار کے ساتھ حاشیہ میں تحریر کر دیئے ہیں جس سے کتاب کی افادہ حیثیت میں اضافہ ہو گیا ہے اور اس وقت کے ماحول کی عکاسی کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ میاں صاحب کی اس کوشش کو بھی ”تذکرہ حضرت ایشاں“ کی طرح حسن قبول عطا فرمائے۔

محمد ایوب قادری  
۲۲ فروری ۱۹۷۵ء

نزہت لاہور  
دواخانہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری

## حوالہ جات

اسی تذکرہ کی تدوین و تالیف میں درج ذیل کتب کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

۱- خزینۃ الاصفیاء حصہ اول از مفتی غلام سرور لاہوری پریس منشی نو لکھنور کراچی

۲- گنج تاریخ

۳- حدیقۃ الاولیاء

۴- تاریخ لاہور

۵- تاریخ پنجاب

۶- تاریخ لاہور

از رائے بہادر کنہیا لال ایگزیکٹو مینجمنٹ لاہور ڈویژن

از سید عبداللطیف لاہوری (انگریزی و اردو نسخہ)

از منشی محمد دین فوق لاہور

۷- تذکرہ علماء المشائخ

۸- یاد رفتگان

۹- لاہور عہد مغلیہ میں

۱۰- ملک العلماء

۱۱- شمالا مار باغ کی سیر

۱۲- بادشاہ نامہ (فارسی)

۱۳- شاہ جہان نامہ (فارسی)

۱۴- سفینۃ الاولیاء (فارسی)

از ملا عبد الحمید لاہوری

از محمد صالح کبیرہ

از شہزادہ دارا شکوہ اردو ترجمہ محمد علی لطیفی کراچی

از مولوی نور احمد چشتی (لاہوری)

از مولوی فقیر محمد جلیلی

از شیخ سعادت اللہ لاہور

سن ۱۹۶۲ء

از محمد لطیف ملک ایم اے (مرحوم)

از پیر غلام دستگیر نامی

از میاں اخلاق احمد ایم اے لاہور

مرتبہ بزم اردو لاہور ۱۹۰۹ء

از مصباح الدولہ شاہ نواز خان فارسی

اردو ترجمہ از محمد ایوب قادری کراچی

خان بہادر شمس العلماء مولوی دکاؤ اللہ دہلوی

از سونہن لال سوہی

از اندرام مخلص پنجاب یونیورسٹی لاہور

(قلبی نسخہ)

از محمد وارث کامل ۱۹۶۳ء

از مسفتی ولی محمد لونگی

از شیخ محمد اکرام ایم اے

از مولانا محمد میاں مراد آبادی

(۱۹۶۲ء)

۱۵۔ تحقیقات چشتی

۱۶۔ حدائق الخنفسیہ

۱۷۔ بہار پنجاب

۱۸۔ نقوش لاہور نمبر

۱۹۔ اولیائے لاہور

۲۰۔ بزرگان لاہور

۲۱۔ تذکرہ حضرت ایشاں

۲۲۔ لاہور گائیڈ

۲۳۔ آثار الامراء حصہ اول دوم سوم

۲۴۔ تاریخ ہندوستان

۲۵۔ عمدۃ التواریخ

۲۶۔ بدائع وقائع (فارسی)

۲۷۔ تذکرہ اولیائے لاہور

۲۸۔ تذکرہ اولیائے ہندوپاکستان

۲۹۔ رود کوثر

۳۰۔ علمائے ہند کا شاندار ماضی

از اعجاز الحق قدوسی کراچی

(۶۱۹۶۶)

از امان اللہ خان ارمان سرحدی

لاہور ۱۹۵۹ء

از خان بہادر پروفیسر ڈاکٹر محمد شفیع  
صاحب مرحوم پنجاب یونیورسٹی لاہور

از مولوی امام بخش جام پور ڈیرہ غازیخان

مسفتی تاجدین بن مسفتی امام دین بن قاضی

نظام الدین حکیم سچر جان گلارک

ڈپٹی کمشنر لاہور ۱۸۶۷ء  
تصنیف حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی

(اردو ترجمہ)

از حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلی

از مولانا عبدالرحمن جامی

مؤلفہ مولوی محمد معشوق حسین بی اے

حیدرآباد - دکن

از محمد صادق (فارسی قلمی)

از مولانا علم الدین سالک مرحوم ایم اے

از علامہ اقبال احمد فاروقی ایم اے

۳۱۔ تذکرہ صوفیائے پنجاب

۳۲۔ عرس اور میلے

۳۳۔ مقالات دینی و علمی حصہ اول و دوم

۳۴۔ حقیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار

۳۵۔ حالات صنایع لاہور (قدیم لاہور)

۳۶۔ غنیۃ الطالبین

۳۷۔ اخبار الابرار (فارسی)

۳۸۔ نفحات الانس (فارسی)

۳۹۔ اخبار الصالحین

۴۰۔ طبقات شاہجہانی

۴۱۔ لاہور کے علماء اور مدارس

۴۲۔ تذکرہ علماء اہل سنت و جماعت لاہور

۲۲۸۷۵



از اقبال احمد فاروقی ایم اے و

مفتی محمود عالم ہاشمی صاحب

از عنایت اللہ خان آشتنا

از مولوی ذکاء اللہ دہلوی

از محمد امین قزوینی

از غلام علی نقوی

۴۳۔ خزینۃ الاصفیاء (سلسلہ تادریہ)

( اردو ترجمہ )

۴۴۔ شاہ جہان نامہ

۴۵۔ ظفر نامہ شاہ جہان

۴۶۔ بادشاہ نامہ

۴۷۔ عماد السعادت

والدہ مرحومہ  
کی

خدمت میں

جن کے ذکر الہی نے بچپن میں میرے دل میں اولیائے کرام کے  
ساتھ والہانہ عقیدت و ارادت پیدا کر دی۔ اس تذکرہ کی تدوین و  
تالیف اسی جذبہ عقیدت و محبت کا ثمر ہے۔

میاں اخلاق احمد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَحْمَدِیْنِ نَعُوْثِیْنَ مَعْلٰی اَنْقَطِبِیْنِ  
وَاَنْتَا اَوْ مَجْبُوْبِیْنِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

نُورِیْنِیْنِ جَنَابِیْنِ مُصْطَفٰییْنِ  
نُورِیْنِیْنِ حَقِّیْنِ لِحَقِّیْنِ خَیْرِیْنِیْنِ



بسم اللہ الرحمن الرحیم  
الحمد لله رب العالمین  
والصلاة والسلام على  
سيدنا محمد وآله الطيبين  
الطاهرين  
السلامة  
والصلاة والسلام على  
سيدنا محمد وآله الطيبين  
الطاهرين  
السلامة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط  
 حضرت غوث الثقلین محی الدین سلطان شیخ سید عبدالقادر  
 جیلانی رضی اللہ عنہ (الحسنی الحسینی الحنبلی الشافعی)

آپ کا اسم گرامی سید عبدالقادر ابو محمد کنیت، امام الامم محی الدین لقب،  
 محبوب سبحانی، قطب ربانی، غوث صمدانی خطاب، غوث الثقلین غوث الاعظم  
 عرف، اولیائے عالم کے سردار اور وہ مقدس و مطہر ہستی ہیں جنہوں نے رسول  
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھیلائی ہوئی شریعت کو زندہ اور روشن کیا۔ والد ماجد کی  
 طرف سے آپ کا نسب نامہ تمام مستند کتابوں میں لوں بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت  
 شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمن سید ابوصالح موسیٰ جنگلی دوست بن سید ابی  
 عبداللہ بن سیدی کی الزاہدین بن سید محمد بن سید داؤد بن سید موسیٰ ثانی بن  
 سید عبداللہ ثانی بن سید موسیٰ الجون بن سید عبداللہ المحض بن سید حسن المثنیٰ بن  
 سینا امیر المومنین امام حسن بن سینا امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ

لہ بعض لوگوں نے آپ کے حسب و نسب کے متعلق بہت اعتراضات کئے ہیں  
 مگر یہ ان کی جہل اور تعصب کی نشانی ہے۔ مستند کتابوں میں جو نسب نامہ درج  
 ہے اور جو مختلف اولیائے کرام کے پاس جو آپ کی اولاد سے ہیں اور نسلاً بعد نسل محفوظ و  
 مامون چلا آیا ہے وہ یہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔ لے حافظ ذہبی اور حافظ ابن رجب  
 نے ابوصالح عبداللہ بن جنگلی دوست "لکھا ہے اس میں بن" کا لفظ غلط معلوم ہوتا ہے

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ام الخیر بنت شیخ ابو عبد اللہ صومعی تھا۔  
 ام الخیر آپ کی کنیت نام فاطمہ اور لقب امۃ الجبار تھا اور حضرت امام  
 حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے تھیں اور حضرت غوث الثقلین  
 کے والد ماجد حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے تھے۔ اس لیے  
 آپ کو حسنی و حسینی سید کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک اور جہت بھی ہے  
 یعنی حضرت عبد اللہ محض کے والد ماجد حسن مثنیٰ بن امام حسن بن سیدنا  
 حضرت علی مرتضیٰ رضوان اللہ علیہم ہیں اور ان کی والدہ ماجدہ فاطمہ  
 بنت امام حسین بن سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں اس لیے انہیں  
 محض کہتے ہیں، یعنی خالص کیا ماں کیا باپ دونوں طرف سے وہ آلِ  
 رسول تھے رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

آپ کے خاندان کی جائے سکونت جیلان (گیلان) میں تھی اور اسی

سے سفینۃ الاریار کے بیان کے مطابق یہ قصبہ طبرستان کے ماوراء تھا مگر انسائیکلو  
 پیڈیا برٹینیکا میں لکھا ہے کہ ساحل کسپین بحرہ خزر کے کنارے ایران کے ایک  
 بڑے صوبہ کا نام گیلان تھا۔ اس کے مغرب میں آذربائیجان مشرق میں ماژندران  
 جنوب میں قزوین اور شمال میں ایک دریا ہے، لیض کے نزدیک آپ کا وطن جیل میں  
 تھا جو دریائے دجلہ کے کنارے واسط کے جانب بغداد سے ایک روز کے فاصلے پر  
 واقع تھا اور بعض بیان کرتے ہیں کہ آپ اوس جیل کے رہنے والے ہیں جو مدائن کے  
 قریب واقع تھا لیکن صاحب روضۃ الناظر جو اکابر وقت گزرے ہیں اور جن کا  
 قول سند ہے ان دونوں بیانیوں کو غلط قرار دیتے ہیں۔ صاحب معجم البلدان بیان

چھوٹے سے زرخیز قصبہ میں آپ پیدا ہوئے۔ تاریخ ولادت میں اختلاف ہے بعض ۱۷۷۰ھ اور بعض ۱۷۷۴ھ بتاتے ہیں۔ آپ کے والد بزرگوار ابو صالحؒ کو جنگ سے بہت رغبت تھی اس لیے انہیں جنگی دوست کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے وہ نہایت نیک اور صالح بزرگ تھے۔ سفینۃ الاولیاء میں آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالہ سے مذکور ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ کی عمر بہت ہو گئی تھی اور مایوسی کا زمانہ آ گیا تھا جب آپ بطنِ مادر میں تشریف لائے۔ یہ بھی آنحضرت کی کرامات سے ہے جو خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کو حاصل تھیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ بڑی متقیہ، عارفہ، صالحہ اور صاحب کشف و کرامات تھیں۔ آپ فرماتی ہیں ”جب میرا لڑکا عبدالقادر“

بقیہ حاشیہ ص ۲۸ بیان کرتے ہیں کہ آپ کا وطن بشیر ہے جو گیلان کے مضافات میں ہے۔ والد اعلم بالصواب۔ گیلان کو جیلان بھی کہتے ہیں یہ دونوں طرح صحیح ہے۔ ”العروض الظاہر“ کے مصنف نے اس کا ایک تیسرا نام ”کیل“ بھی بتایا ہے۔ بہر حال شمالی فارس میں بحیرہ خزر (کیسین) کے جنوبی ساحل پر گیلان نام کا ایک زرخیز صوبہ واقع ہے

۱۷۷۰ھ آپ کی ولادت یا سعادت بروایت ابو صالحؒ نمبر ۱۷۷۰ھ اور بروایت ابو الفضل احمدؒ ۱۷۷۴ھ ہے۔ قاضی عبدالنبی کوکب (ص ۱۸۹) رسالہ سبیل لائبر ماہ جنوری فروری ۱۹۷۳ء میں آپ کا سن پیدائش ۱۷۷۵ھ لکھتے ہیں۔ مگر آپ نے کسی ماخذ کا ذکر نہیں کیا۔ جو مشکوک ہے۔

پیدا ہوا رمضان بھر دن میں کبھی دودھ غصہ میں نہیں لیا۔ فرماتی ہیں "ایک روز مطلع ابراؤد تھا چاند نظر نہ آسکا۔ لوگوں نے اگر مجھ سے پوچھا میں نے کہا آج دن بھر میرے لڑکے عبدالقادر نے دودھ نہیں پیایا" بعد میں معلوم ہوا کہ اس دن رمضان کی پہلی تاریخ تھی۔ حضرت غوث الاعظمؒ کے نانا عبدالصومعی مشہور ولی تھے۔ اور آپ کی پھوپھی سیدہ عائشہؓ بھیلان کی بڑی پاریسا خاتون تھیں۔

حضرت غوث الاعظمؒ مادر زاد ولی تھے۔ تحصیل علم کا بہت شوق تھا آپ ۱۸۸۸ء میں بغداد تشریف لائے۔ یہ شہر عباسیوں کا دارالسلطنت ہونے کی وجہ سے علوم و فنون کا بہت بڑا مرکز تھا۔ یہاں کی شہرہ آفاق اسلامی درسگاہ نظامیہ دنیا بھر کے طلبہ کا مرجع تھی اس دارالعلوم میں داخل ہوئے اور بجاؤں دل تحصیل علوم میں مشغول ہوئے۔ تھوڑے عرصہ میں قرآن مجید بعد علم فقہ و حدیث اور دیگر علوم دینیہ میں وہ کمال حاصل کیا کہ ممتاز اور شہرہ آفاق ہو گئے اور اپنے اقراں و اہل زبان پر سبقت لے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے معمول کر رکھا تھا کہ مشائخ کی خدمت سے علم فقہ کا سبق لے کر جنگل کی طرف نکل جاتا اور شب و روز جنگل اور ویرانوں میں رہتا۔ اس وقت میرے جسم پر کھیل کا کرتا اور سر پر ایک چھوٹا سا کپڑا ہوتا تھا۔ ننگے پیر کاٹے اور کنکروں اور دوسری جگہوں میں پھرتا رہتا۔ صرف کاہنوں کے ساگ اور دوسری ترکاریوں کی کوشلیں جو نہر و جلہ کے کنارے مل جایا کرتی تھیں میری غذا تھیں اور میں تحصیل علم میں مشغول رہتا تھا۔



آپ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اولیٰ تھے اور خرقہ ارادت حضرت  
 شیخ ابوسعید مبارک مخزومی قدس سرہ سے حاصل کیا جن کا سلسلہ بیعت حضرت  
 معروف کرخی تک پہنچ کر حضرت امام علی رضا تک منتهی ہوتا ہے اور پھر ان  
 کے آبا کے واسطے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔  
 آپ کے پیر صحبت حضرت شیخ حماد دباس قدس سرہ تھے۔ صاحب سفینۃ الابرار  
 لکھتے ہیں کہ آپ کی تربیت تمام تر روحانیت پاک ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے ہوئی تھی۔ لیکن مرآۃ الاسرار میں ہے کہ ابتدائے حال میں حضرت خضر  
 علیہ السلام نے بھی آپ کو کسی قدر تربیت دی ہے اور تاج العارفین شیخ ابوالوفا  
 بغدادی سے بھی آپ نے خرقہ پہنا تھا جو شیخ ابو محمد شبنکی کے مرید تھے۔ ان  
 کے پیر شیخ ابوبکر بڑا بڑا بڑا تھے جنہوں نے خواب میں حضرت صدیق اکبر کے  
 ہاتھ سے خرقہ اور ٹوپی پہنی تھی۔ ان دونوں بزرگوں نے آپ کی بزرگی کی ثبوت  
 دی تھی۔

فقہی مسائل میں آپ امام احمد بن حنبل اور امام شافعی کے مقلد تھے۔  
 آپ ان ہی کے مذہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور اپنی کتابوں خصوصاً  
 غنیۃ الطالبین میں جایجا انہیں کے حوالے دیتے ہیں اور اکثر مقامات پر  
 ہمارے امام کے الفاظ سے انہیں خطاب کرتے ہیں۔

۱۔ آپ بغداد کے بڑے مشہور مشائخ میں سے تھے۔ بغداد میں انگور و خرما کا شجرہ  
 فروخت کیا کرتے تھے۔ اس لیے انہیں "دباس" کہتے ہیں۔ حضرت غوث اعظم  
 نے علم طریقت زیادہ تر انہی سے حاصل کیا۔

حضرت مخوث الاعظمؒ نے ماہ شوال ۵۲۱ھ میں بہ اشارہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ منبر پر پہلا وعظ اور دعوت و تبلیغ کرنا شروع فرمایا۔ آپ نہایت فصاحت و بلاغت سے وعظ فرماتے۔ آپ کے وعظ کی نمایاں خصوصیات علوم قرآن و حدیث کی ترویج، اشاعت دین اسلام، احکام شریعت کا اتباع، ریاضت و عبادت، مراقبہ، ذکر و نکر، غیر شرعی امور سے اجتناب، جوش تبلیغ اور اعلائے کلمۃ الحق تھیں آپ کا مقصد یہ تھا کہ بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہ ہدایت دکھائیں، گنہگاروں کو گناہ کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت اور نیکی کی روشن منزل تک لیجائیں، بیمار دلوں کا علاج کریں اور مردہ دلوں کو زندگی بخشیں۔ موثر وعظ کی وجہ سے آپ کو شہرت حاصل ہوئی، لوگوں کے دلوں میں آپ کی عظمت و بزرگی بیٹھ گئی اور قبولیت عامہ حاصل ہوئی۔ آپ کی مجلس میں لوگ کثرت سے آنے لگے اور مدرسہ کی جگہ جو بغداد کے محلہ باب الدرج میں واقع تھا نا کافی ہو گئی جگہ کی تنگی کی وجہ سے سامعین مدرسہ کے باہر کھڑے ہو کر آپ کے ارشادات گرامی سے فیضیاب ہوتے۔ ۵۲۸ھ میں یہ مدرسہ ایک عالی شان عمارت میں بن کر تیار ہوا۔ دور دراز ممالک سے بھی لوگ شریعت و طریقت کے حصول کے لیے آتے اور فیضیاب ہو کر واپس اپنے اپنے شہروں کو چلے جاتے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ آپ کی مجلس میں ستر ہزار سے زائد لوگ شامل ہوا کرتے تھے جن میں بڑے بڑے مشائخ اور علمائے کرام بھی ہوتے تھے۔ صلحا و فضلا کی بڑی جماعت آپ کے زیر تربیت تیار ہوئی۔ جو فیضیاب ہو کر اپنے شہروں کو گئے اس طرح آپ کے مرید تمام عالم اسلام میں پھیل گئے۔

سینکڑوں یہودی و نصاریٰ اور اسلامی گمراہ فرقوں کے لوگ آپ کے ہاتھ پر توبہ  
 کرتے اور نیکی کا راستہ تلاش کرتے آپ کے ان مواعظ کے مجھ سے اب بھی بعض  
 بعض موجود ہیں مثلاً فتح الربانی اور فتوح الغیب وغیرہ، امام شعرانی فرماتے ہیں  
 کہ آپ کے مدرسے میں لوگ ایک سبق تفسیر کا ایک حدیث کا، ایک مذہب (یعنی  
 مسائل فقہیہ) کا اور ایک علم کلام کا پڑھتے تھے دوپہر سے قبل و بعد دونوں وقت  
 تفسیر و علوم حدیث و فقہ و کلام و اصول و نحو آپ لوگوں کو پڑھاتے تھے۔ اور  
 ظہر کے بعد قراءتوں کے ساتھ قرآن پڑھایا کرتے تھے۔ آپ کے فتاویٰ علماء  
 عراق کے سامنے پیش ہوتے تو انہیں سخت تعجب ہوتا اور کہہ اٹھتے کہ پاک ہے  
 وہ ذات جس نے آپ کو یہ نعمت عطا فرمائی۔ ایک اور مقام پر امام شعرانی  
 فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مدرسہ نظامیہ (لفداد) میں فقراء و فقہاء کی ایک جماعت  
 آپ کے پاس جمع ہوئی آپ نے قضا و قدر پر وعظ فرمایا۔ دوران وعظ سخت  
 سے ایک سانپ گراسب سامعین بھاگ گئے اور آپ تنہا رہ گئے۔ حتیٰ کہ  
 سانپ آپ کے کپڑوں میں گھس گیا جسم سے گذر کر گردن کے نزدیک سر باہر  
 نکالا اور گلے میں لپیٹ گیا۔ مگر آپ نے کوئی ہراس و اضطراب کے آثار  
 ظاہر نہیں فرمائے اور سلسلہ وعظ جاری رکھا اور اپنی نشست کو تبدیل  
 آپ کی تبلیغی خدمت ۵۲۱ھ سے شروع ہو کر ۵۶۱ھ یعنی پورے چالیس  
 برس تک جاری رہی۔

حضرت سیدنا الاعظم شہرت، بزرگی اور وسعت علم کے باوجود  
 ہمیشہ ضعیفوں کے ساتھ بیٹھے۔ فقراء و مساکین کے ساتھ بہرانی اور شفقت

سے پیش آتے۔ بڑوں کی عزت کرتے چھوٹوں پر شفقت فرماتے۔ مہمانوں اور ہم نشینوں کو عزیز رکھتے۔ سب کے ساتھ شفقت و محبت سے پیش آتے۔ آپ کی زباں سے بد کلمہ کبھی نہیں نکلا اپنے نفس کے لیے کبھی کسی پر غصہ نہیں کھایا۔ جب کوئی خور دیا بزرگ آپ کی زیارت کو آتا آپ اس کی عزت کرتے اور تعظیم و تکریم کے لیے کھڑے ہو جاتے اور ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ سلام کی ابتدا آپ ہی فرماتے۔ آپ کا دسترخوان بڑا وسیع تھا۔ آپ ہدایا اور سخا قبول فرماتے تھے۔ اپنی ذات پر بھی صرف کرتے اور حاضرین میں بھی تقسیم کرتے۔ آپ اہل مجلس کے دل کی بات بتاتے اور کشف کے ساتھ ان سے مخاطب ہوتے تھے۔ شب بیداری آپ کی مستقل عادت تھی ہمیشہ با وضو رہتے۔ حدث لاحق ہونے پر فوراً تازہ وضو فرماتے بڑھاپے میں بھی یہ حالت تھی کہ ساری ساری رات قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف رہتے اور بعض اوقات طویل مدت تک سر بسجود رہتے۔ یادِ الہی میں اس درجہ مستغرق رہتے کہ نیند کا مطلق احساس تک نہ ہوتا۔ صبح کی نماز کے بعد آپ طالب علموں، خادموں اور صوفیوں کو شریعت کی تعلیم دیتے اور مختلف دینی کتابیں پڑھاتے۔ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے راتوں کو جاگ کر عبادتِ الہی میں مشغول ہو جاتے۔ آپ کا لباس بہت نفیس ہوتا تھا۔ آپ کی کرامتیں بے حد وثاہیت ہیں۔ نجات الائنس میں امام یا فعی کا یہ قول مذکور ہے

”کہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی کرامتیں بیرون از حصر ہیں“

حضرت غوث الاعظم نے اپنی زندگی کے ابتدائی تیرہ سال وطن میں گزارے پھر نو سال تک بغداد میں رہ کر علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کی پچیس سال عراق کے جنگلوں میں ریاضات و مجاہدات کے ذریعہ منازل سلوک طے کیے چالیس سال تک وعظ، تبلیغ، تدریس و تعلیم ارشاد و ہدایت، اعلانیے کلمہ النکتہ اور اصلاح خلق میں صرف کیے۔ اور ہزاروں نیدگانِ خدا کو شمع ہدایت سے روشن کیا۔ بالآخر اکانوے برس کی عمر میں یہ آفتابِ غوثیت مغرب ہو گیا۔ ۱۱ ربیع الثانی ۵۶۱ھ میں وفات پائی۔ ابن جوزی کے نواسے علامہ شمس الدین

۱۰ حضرت خواجہ بختیار کے قولِ کھطابی حضرت کی عمر مبارک نوے سال ہے آپ نے حضرت کی عمر مبارک کی مقدار اور درس کے مختلف ادوار کا نقشہ چند اشعار میں بیان کیا ہے وہ اشعار ذیل ہیں۔

نو سو سال جانش بود تفصیلش ز من لستو ، بہ ہر ذرہ سال از جیلاں بہ بغداد آمد دانی  
 پے تحصیل علمی ہفت سال اندر شمار آمد ، بہ نسبت دینچ سالش انقطاع از خلق ربانی  
 چہل سال بہ دعوت منوے حق خلائق ترا ، حساب عمر ایشان بود من گفتم بہ آسانی  
 کہ آپ کی وفات صاحب سفینۃ الاولیاء کے بیان کے مطابق بزمانہ خلافت ابوالفضل کو  
 بن مفضی الملقب بہ مستجد باللہ خلیفہ عباسی شب یکشنبہ ٹھوپیں یا نویں ربیع الثانی ۵۶۱ھ  
 بمقام بغداد واقع ہوئی ہے تاریخ کے متعلق کسی قدر اختلاف ہے۔ صاحب مرآۃ الامرار  
 کے قول کے مطابق روزِ پنجشنبہ گیا رہوین ربیع الثانی تاریخ وفات ہے مگر بعض لوگ یہودیوں  
 کو اور بعض لوگ سترہویں ماہ مذکور کو آپ کی وفات بیان کرتے ہیں۔ آپ کا سفر پاکستان میں  
 ۱۱ ربیع الثانی اور بغداد شریف میں سترہویں ربیع الثانی کو بالعموم ہوتا ہے۔

ابوالمظفر یوسف نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ آپ کے جنازہ میں اس قدر ہجوم تھا کہ اہل خانہ مجبور ہو گئے اور انہوں نے آپ کو رات کے وقت دفن کیا اس کی تصدیق ابن اثیر نے بھی اپنی تاریخ میں کی ہے۔ بغداد میں آپ کا مرقہ مبارک آج تک مرجع خلائق ہے۔ آپ کے مزار مبارک پر خواجہ بہار الدین نقشبندی قدس سرہ کا یہ قطعہ لکھا ہوا ہے۔

پادشاہ ہرود عالم شاہ عبدالقادر است ، سرور اولاد آدم شاہ عبدالقادر است  
آفتاب ماہتاب و عرش و کرسی و قلم ، نور قلب از نور اعظم شاہ عبدالقادر است  
اس قطعہ کے علاوہ ذیل کے اشعار بھی مزار مبارک پر لکھے ہوئے ہیں۔  
ایں بارگہ حضرت غوث الثقلین است ، تفوق قمر حیدر و نسل حسین است  
مادرش حسینی نسب است و پدر او ، اولاد حسن یعنی کریم اللابون است

آپ کے والد ماجد کا نام امیر سید جلال الدین بن سید برہان الدین بن سید عبدالقدیر  
بن امیر سید زین العابدین بن سید امیر قاسم بن سید شحبان بن سید برہان الدین بن سید  
محمود بن سید ایلاق بن امیر سید نقیب بن امیر سید غلوتی بن امیر سید محی الدین  
بن سید محمود بن سید علی اکبر بن امام حسن عسکری رضوان اللہ تعالیٰ علیہم  
اجمعین۔ آپ کی ولادت باسعادت قصر عارفان میں محرم ۱۸، ۷۰۰ میں واقع  
ہوئی۔ آپ کی بیعت میر سید کلال سے تھی۔ آپ سلسلہ نقشبندیہ کے مورث  
اعلیٰ ہیں اور اس سلسلہ کو فروغ دیا۔ ۷۳ برس کی عمر میں ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ  
میں وفات پائی۔ مزار اقدس بخارا کے قریب قصر عارفان میں زیارت گاہ  
خلق ہے۔

حضرت غوث الاعظم صاحب تصنیف بھی تھے۔ غنیۃ الطالبین، فتوح الغیب، جلاء الخواطر، فتح الربانی اور قصائد آپ کی مشہور و معروف تصانیف ہیں۔

(۱) غنیۃ الطالبین۔ یہ کتاب علوم فقہ و حدیث اور تصوف پر لکھی ہوئی ہے۔ اس کا فارسی میں ترجمہ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی المتوفی ۱۰۶۸ھ نے حضرت شاہ بلاول قادری لاہوری قدس سرہ المتوفی ۱۰۲۶ھ کے ایما سے کیا تھا۔ (۲) فتوح الغیب۔ علم تصوف اور معرفت پر آپ کی یہ بلند پایہ کتاب ہے جو کئی مقالات پر مشتمل ہے۔ ہر مقالہ میں نور معرفت اور حقیقت بیان کئے گئے ہیں، اس کی شرح و ترجمہ فارسی زبان میں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے وقت کے ولی اللہ اور جید عالم تھے نے کیا۔ یہ کتاب اپنے اپنے فرزند شیخ شرف الدین علیہ المتوفی ۵۷۳ھ کے لیے تصنیف فرمائی تھی۔ حضرت کے یہ صاحبزادے آپ ہی کے خلیفہ و شاگرد تھے۔ جامع علوم طاہر و باطن تھے اور بغداد میں حدیث و فقہ کا درس دیا کرتے تھے۔

(۳) جلاء الخواطر۔ یہ کتاب حضرت غوث الاعظم کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ انہیں آپ کے فرزند شیخ تاجدین عبد الرزاق المتوفی ۵۹۵ھ نے جمع کیا تھا۔ آپ بھی اپنے والد ماجد کے خلیفہ و شاگرد تھے۔ ولایت و امامت میں درجہ بلند رکھتے تھے۔

(۴) فتح ربانی۔ یہ کتاب آپ کے دو سال کے ارشادات و مواعظ پر مشتمل ہے جو مدرسہ یمنیہ مصر میں طبع ہوئی۔

(۱۵) ایک قصیدہ بھی آپ نے تصنیف فرمایا جو "قصیدہ غوثیہ" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ قصیدہ عربی زبان میں ہے اس میں جمالی اور جلالی دونوں اثرات پائے جاتے ہیں۔ فارسی، اردو اور پنجابی زبان میں کئی شرحیں لکھی جا چکی ہیں۔

(۱۶) حضرت غوث الاعظمؒ نے مناجات کے طور پر تین اشعار بھی فرمائے جو "چہل کاف" کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ حضور غوث پاک کے وظائف شریف میں پانچ اسم اعظم کا وظیفہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ وہ اسماء یہ ہیں۔

یا اللہ، یا رحمن، یا رحیم، یا حی یا قیوم۔ ایک فارسی دیوان بھی آپ سے منسوب کیا جاتا ہے۔ مگر تاریخ کے اوراق اور زمانہ ان کو تحفظ نہ دے سکا۔

---

۱۔ چہل کاف کی شرح مولانا رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ المتوفی ۱۲۳۳ھ  
۱۸۱۴ء نے کی۔ جو ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔ یہ قلمی نسخہ کتب خانہ پنجاب یونیورسٹی لاہور  
میں موجود ہے۔ یہ شرح تاریخ اول صفر ۱۲۰۲ھ فارسی زبان میں لکھی گئی۔



# ارشادات

حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

(۱) جس کو ایمان ملا ہے وہ ثابت رہتا ہے اور جس میں ایمان نہیں وہ میری صحبت سے بھاگ جاتا ہے۔

(۲) اسے لڑکے! فائدہ مند مشغلے بے فائدہ کاموں سے روک سکتے ہیں

(۳) اسے لڑکے! اول خدا کو اپنے دل سے اور پھر اپنے جسم سے یاد کیا کر۔ اسے دل سے ہزار مرتبہ یاد کر اور زبان سے ایک مرتبہ آفت آتے وقت صبر سے، دنیا آتے وقت ترک سے۔ آخرت

آتے وقت قبول کر لینے سے، حق کے آتے وقت توحید سے اور غیر شرع آتے وقت اعراض سے خدا کو یاد کیا کر۔

(۴) آپ اپنے اصحاب (یعنی مریدوں) سے فرمایا کرتے تھے کہ تقلید کرو اور بدعت نہ کرو۔ اطاعت کرو اور مخالفت نہ کرو۔ صبر کرو اور گھبراؤ نہیں، ثابت قدم رہو اور پرگندہ نہ ہو منتظر رہو اور ناامید نہ ہو۔ متفق ہو کر ذکر کرو اور متفرق نہ ہو۔

اسے آپ کے ارشادات گرامی بیرون از حصر ہیں۔ چند ارشادات بطور  
تذکرہ پیش خدمت ہیں۔ (راقم الحروف)

گناہوں سے پاک رہو اور الودہ نہ ہو۔ اور اپنے آقا کے دروازے سے نہ ہٹو  
 (۵) آپ کا قول ہے کہ حق تعالیٰ کا اپنے بندہ کے سوال کو قبول نہ کرنا صرف  
 بندہ پر شفقت کی وجہ سے ہے تاکہ اس پر امید و غرور غالب نہ آجائے  
 جس سے وہ مکر میں پڑ کر آداب خدمت کی بجائے اورمی سے غافل  
 ہو کر ہلاک ہو جائے گا۔ بندہ سے صرف یہی مطلوب ہے کہ اپنے  
 رب کے سوا کسی طرف مائل نہ ہو۔

(۶) آپ نے فرمایا نیک خو کی علامت یہ ہے کہ دوسروں کو آزار نہیں  
 دیتا۔ خود محنت اٹھاتا ہے۔

(۷) جو لوگ سچے دل سے اپنے پروردگار کے طالب ہوتے ہیں ان کا دل  
 صاف اور بجلی ہو جاتا ہے وہ اپنے دل کے صاف شفاف آئینے  
 میں دنیا اور آخرت کی ہر چیز کا مشاہدہ کر لیتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 ہر کہ خواہد ہم نشینی بان خدا  
 اولئیند در حضور اولیاء

## حضرت شاہ بلاول قادری

اسم و القاب ابتدائی تعلیم و حالات اسم گرامی شاہ بلاول

والد کا نام سید عثمان بن سید عیسیٰ تھا۔ آپ کے آباؤ اجداد ہرات کے رہنے والے تھے۔ جب ہمالیوں بادشاہ نے شاہ ایران کی مدد سے دوبارہ ہندوستان پر قبضہ کیا تو آپ کے آباؤ اجداد ہمالیوں بادشاہ کے ہمراہ ہرات سے ہندوستان تشریف لے آئے اور موضع شیخوپورہ جو پنجاب کے مضافات میں ایک قصبہ ہے جاگیر پائی اور وہاں ہی آباد ہو گئے۔ شاہ بلاول کی ولادت بھی یہیں ہوئی۔ آپ نے شیخوپورہ میں مستقل قیام نہ کیا۔ اکبری عہد میں لاہور میں سکونت اختیار کر لی۔

لہ بستی چاہ میراں کوٹ خواجہ سعید بیگم پورہ، بھوگیوال اور محمود پوٹی (بھٹی) میں آپ دیشاہ بلوڑ کے نام سے مشہور ہیں۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ آپ کا دل بلوڑ (شیشہ) کی طرح روشن اور چمکدار تھا۔ آپ کے الوار میں اتنی طاقت تھی کہ ساکک کی روح کو اپنے الوار کے دل سے کھنچ کر لے آتے اور توجہ غیبی سے روحانی طور پر ساکک کی تربیت کرتے۔ آپ راست جاننے کے مالک اور صاحب تصرف تھے۔

لاہور میں علوم ظاہر و باطن کی تحصیل کی سلسلہ قادریہ میں شاہ شمس الدین  
 قادری لاہوری المتوفی ۱۰۲۱ھ کے مرید و خلیفہ تھے جنہوں نے خرقہ ارادت  
 حضرت شاہ ابوالسحاق قادری لاہوری المتوفی ۹۸۵ھ سے حاصل کیا تھا  
 متاخرین مشائخ میں بڑے پایہ کے بزرگ گزرے ہیں اپنے عہد کے عالم و  
 فاضل، متقی و متشرع، صائم الدہر اور قائم اللیل تھے۔ کتاب محبوب المسلمین  
 جو خاص آپ کے ذکر میں لکھی ہے۔ اس میں مرقوم ہے کہ آپ مادر زاد ولی

۱۰۲۱ھ شاہ شمس الدین گماڑی لاہوری حضرت شاہ ابوالسحاق قادری لاہوری کے خلیفہ  
 مرید و خلیفہ تھے۔ یہ حضرت شیخ داؤد چوٹی دالی شیر گڑھی کے مرید تھے۔ وہ مرید سید حامد  
 گنج بخش گیلانی اوچی کے تھے۔ آپ نے اپنے والد ماجد حضرت سید عبدالرزاق بن  
 سید عبدالقادر ثانی گیلانی اوچی سے فیضیاب ہوئے۔ سید عبدالقادر ثانی گیلانی  
 اوچی نے اپنے والد ماجد سید محمد غوث گیلانی حلی اوچی قدس سرہ سے فیض حاصل  
 کیا۔ آپ اپنے والد ماجد سید شمس الدین بن سید شاہ میر بغدادی گیلانی کی وفات  
 کے بعد براستہ خراسان ملتان تشریف لائے اور اوچ کے مقام پر سکونت اختیار  
 کی۔ صاحب شجرۃ الانوار نے آپ کا درود اوچ سن ۸۸۷ھ لکھا ہے۔ اس وقت  
 شاہ حسین لنگاہی المتوفی ۹۰۸ھ حاکم ملتان و سندھ تھا اور سلطان سکندر لودھی المتوفی  
 ۹۲۳ھ بادشاہ ہند تھا یہ دونوں آپ کے مرید تھے۔ آپ نے سلسلہ قادریہ کو فروغ  
 دیا اور باقاعدہ تبلیغی نظام قائم کیا۔ آپ شاعر بھی تھے۔ قادری تخلص کرتے تھے۔  
 اکثر اشعار حضرت غوث الاعظم کے مناقب میں لکھا کرتے تھے۔ حضرت سید  
 محمد غوث کی وفات بقول صاحب شجرۃ الانوار و تشریف الشرفاء ۹۲۳ھ میں

تھے۔ سات برس کا سن تھا کہ ان کا ایک ہم عمر لڑکے کا فوت ہو گیا۔ آپ یہ سن کر اس کے سر ہانے گئے اور کہا ”اے دوست بے وقت سونا اچھا نہیں اور چل کر کھیلے۔“ لڑکے نے اسی وقت آنکھیں کھول دیں اور اٹھ کر ساتھ چلا گیا۔ آپ کے دادا سید عیسیٰ نے جب یہ سنا تو آپ کو شیخ فتح محمد لاہوری جو اپنے ہمہد کے جدید علماء سے تھے ان کے حلقہ مدرس میں بھیج دیا۔ آپ نے تھوڑی ہی مدت میں علوم ظاہری میں کمال حاصل کر لیا

حاشیہ بقیہ ص ۱۱ واقع ہوئی۔ مزار اوچ میں زیارت گاہ خلق ہے۔ حضرت سیدنا محمد غوث جیلانی، حلبی، اوچی کا نسب نامہ یوں بیان کیا جاتا ہے: سیدنا سید محمد غوث بن سید شمس الدین بن سید شاہ امیر بن سید ابوالحسن بن سید علی بن سید ابوعلی بن سید مسعود بن سید ابوالعباس بن سید صفی المدین مشہور سید صوفی بن سید السادات جناب سیف الدین عبد الوہاب بن شیخ سید عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی، آپ دشاہ شمس الدین قادری، عارف کامل اور جامع علوم شریعت و طریقت تھے۔ طالبان علم و ہدایت کی ایک کثیر جماعت نے آپ سے اخذ فیض کیا۔ جہانگیر آپ کا بڑا گرویدہ و معتقد تھا۔ ۱۶۱۳ء میں وفات پائی آپ کا مرن لاہور چیف کالج سے جنوب مغرب کی طرف واقع ہے۔ مزار کے گرد چار دیواری ہے۔ چاروں کونوں پر پینار تھے جو اب کھکے ہیں۔ شاہ جہان ایام شہزادگی میں اکثر آپ کی زیارت کو آتا تھا۔ اس کے پیکر کا زمانہ بھی کتم جہانگیر کے بعد بادشاہ ہو گئے۔ شاہ جہان جب

درس و تدریس شاہ بلاول قادری نے لاہور میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ عقیدت مندوں کی ایک بڑی تعداد آپ کے گرو رہتی اور ارشادات گرامی سے فیض یاب ہوتی۔

بقیہ حاشیہ ص ۴۴ تحت نشین ہوا تو مقبرہ تعمیر کروایا اس مقبرہ کو ایک عظیم الشان باغ اور ایک خوبصورت مسجد سے زینت دی مقبرہ کے شمالی دروازہ پر مندرجہ ذیل تاریخی شعر بخط نستعلیق لکھے ہیں۔

چو شمس الملل زین جہاں رخت بست ، بیار است ایرد برائش بہشت

بحسبم ز پیر خرد سال او ! بگفت از پیر لطف جاگش بہشت

اس مقبرہ کی حالت بہت خستہ و شکستہ ہے اور قابل مرمت ہے۔ ۱۰۲۱ھ

۲ شاہ ابوالاسحاق قادری شیخ داؤد چوٹی والی کے نامور خلفاء سے تھے اصل

وطن بخارا تھا۔ سادات بخارا میں آپ کا خاندان تیار تھا۔ زمانہ قدیم میں یہ مقام

جہاں مرنگ آباد ہے لاہور کا ایک بیرونی محلہ تھا۔ آپ کا اس محلہ میں کافی مدت

قیام رہا اور محلہ شاہ ابوالاسحاق مرنگ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ شاہ بلاول قادری

آپ کی خانقاہ کے حجرہ میں چند سال مقیم رہے اور اسی مقام پر تلاوت قرآن مجید اور

نماز روزہ دوام میں مشغول رہے۔ حدیقہ الاولیاء (ص ۱۲) میں لکھا ہے: صد

لوگوں نے علوم فقہ و حدیث اور تفسیر کی تعلیم آپ سے حاصل کی۔ آپ بچہ اکبر بادشاہ

۵ محرم الحرام ۸۵۹ھ / ۱۵۷۷ء کو وفات پانگے۔ آپ بڑے عابد و زاہد متقی و

صاحب الارشاد بزرگ تھے۔ آپ کا مزار محلہ ابوالاسحاق مرنگ میں زیارتگاہ خلق ہے

یہ نئے ایک مدرسہ تعمیر کروایا اس کے ساتھ قیام گاہ قائم کی اور بڑا وسیع لنگر جاری کیا۔ ہر شخص کو کھانا کھلایا جاتا اور وداع ہوتے وقت ہر شخص کو روٹیاں کھائی، موسمی میوے، کوزے کی مصری وغیرہ بطور تبرک دیا جاتا تاکہ اپنے بال بچوں کے لیے بھی لے جائیں۔ تمام عمر درس و تدریس ہدایت خلق اور تبلیغ دین اسلام

۱۰ مدرسہ شاہ بلاول قادری شہد شاہجہانی میں مشہور تھا۔ یہ علم و فنون کی اشاعت کا زین دور تھا اور لاہور علم و ادب کا مرکز تھا۔ ہر محلہ میں ایک مکتب تھا اس کے علاوہ اپنے علاقے اور بستی میں مسجدیں اور خانقاہیں بھی تعمیر ہوئیں اور اشاعت علوم اسلامیہ کے زبردست مراکز قائم ہوئے علم و عرفان کے جو چشمے جاری ہوئے ان سے سارا لاہور سیراب ہوتا گیا۔ مدرسہ دائی لڈو، دس میاں و ڈا مدرسہ سیانی صاحب، مدرسہ ابوالحسن خان تربتی، مدرسہ شیخ بہلولی، مدرسہ ملا فاضل لاہوری، مدرسہ شیخ جان محمد ہروردی، مدرسہ نواب وزیر خان، مدرسہ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی، مدرسہ حضرت الیٹا، مدرسہ ملا خواجہ بہاری قابل ذکر ہیں۔ ان مدارس میں علم دین کی اشاعت عام ہوئی اور اسلامی نظریات کو سلسلہ چشتیہ ہروردیہ، قادریہ اور نقشبندیہ کے مشائخ و اکابرین نے فروغ دیا، لاہور کو اپنا مسکن بنا یا۔ خدمت دین کے لیے اپنی زندگیاں وقف کیں، آخر کار لاہور صرف نیکے کرام کے مسکن اور اقامت کے ساتھ ساتھ علمی طور پر بھی بیدار ہوتا گیا بقول شہزادہ داراشکوہ حضرت داتا گنج بخشؒ کی کوششوں سے لاہور کے علم و فنون کا حفوظ قرآن موجود تھے۔ مگر افسوس ہے کہ تاریخ کے اوراق ان

میں گزار می۔ آپ نے علمی و روحانی فیوض و برکات سے ایک دنیا کو فیض یاب کیا۔  
آپ اکثر وعظ فرماتے اور وعظ اتنا موثر ہوتا کہ سامعین دل و جان سے آپ کے گروہ  
ہو جاتے۔

ملا عبد الحمید لاہور ہی اپنی کتاب بادشاہ نامہ میں رقمطراز ہیں کہ شاہجہان  
بادشاہ تخت نشینی کے بعد ۱۰۳۸ھ میں لاہور آیا۔ ۱۵ ماہ رمضان کو جہانگیر بادشاہ  
کے مزار کی زیارت کی وہاں دس ہزار روپیہ عزا میں تقسیم کیا۔  
حضرت میاں میر کی خدمت میں بھی حاضر ہوا کچھ رقم حضرت میاں میر کی  
خدمت میں نذر کی مگر آپ نے قبول نہ فرمائی۔ ۱۹ ماہ رمضان کو حضرت  
شیخ بلاول کو دو ہزار روپیہ نذر کیا جو انہوں نے کچھ درویشوں میں تقسیم کر دیا  
باقی خادم مطبخ خانہ کے حوالے کر دیا کہ درویشوں، مسافروں اور طالبان علم  
پر خرچ ہو۔ آپ بڑے زاہد و پرہیزگار درویش تھے اپنے پاس کچھ نہیں  
رکھتے تھے۔ ہمیشہ خدمت فقراء مساکین و مسافریں میں مکر بستہ رہتے اور  
حتی الامکان ان کی خاطر و مدارات اور امداد کرتے تھے۔ اور بندگان خدا کو  
احکامات اور پیغامات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگاہ فرماتے  
اور عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتے۔ آپ کی زندگی کا واحد نصب العین بن

بقیہ حاشیہ ص ۴۵ کا نام اور جائے سکونت محفوظ و مامون نہیں کر سکے۔ ان مدارس  
کی سرپرستی حکومت اور صاحب ثروت حضرات کیا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ ایک قانون  
بھی رائج تھا کہ مملکت میں جہاں بھی کوئی مالدار رئیس یا تاجر کسی جائیں یا وارث کے  
بغیر مر جاتا تو اس کا تمام جائداد اور املاک حکومت کی ملک ہو جاتی اور وہ مدرسوں اور



اسلام کی تبلیغ و اشاعت تھا۔ ایک دفعہ شاہ جہان نے حضرت شاہ بلاول قادری سے استفسار کیا کہ حضرت میاں میر نے میر انڈر رائے قبول نہیں کیا اور آپ نے لے لیا ہے فرمایا ” ہمیں درویشوں مسافروں اور طالبان علم پر خرچ کرنے کے لیے روپیہ کی ضرورت ہے ” میاں سے رخصت ہو کر شاہ جہان حضرت میاں میر کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ نے میر انڈر رائے قبول نہیں کیا مگر شیخ بلاول نے قبول کر لیا ہے آپ نے فرمایا ” ان کی مثال ایک دریا کی سی ہے اور میری مانند تالاب، دریا میں اگر کوئی پلید چیز گر جائے تو وہ ناپاک نہیں لیکن تالاب ناپاک ہو جاتا ہے۔ ” بادشاہ یہ سن کر حجب واپس قلعہ میں گیا تو سیدہ شکر بجالایا اور کہا ” الحمد للہ میرے زمانے میں ایسے بزرگ بھی ہیں جن کا رضائے الہی کے سوا کوئی مقصد نہیں۔

## اخلاق و عادات حضرت شاہ بلاول قادری

شاہ بلاول قادری پیر طریقت، واقف امر حقیقت، جامع علوم ظاہر و باطن، کاملان وقت اور صاحب کرامات تھے آپ مادر زاد ولی اور ہمیشہ دائم الصوم اور قائم اللیل رہتے تھے کسی وقت سوائے یاد الہی کے آپ کو کچھ کام نہ تھا۔ مسجد میں نماز پیکانہ باجماعت ادا کرتے تھے اور ہمیشہ لباس

بقیہ حاشیہ: خانقاہوں پر صرف ہوتی، عہد شاہ جہانی میں اس قانون پر سختی سے عمل ہوتا تھا اور درس و تدریس کو بہت فروغ حاصل تھا۔

فاخرہ پینتے تھے۔ آپ کی خانقاہ درسنق مدرس اور رشد و ہدایت کا ایک اہم مرکز تھا۔ اشاعت علم دین کے لیے درس جاری کئے، تعلیم مفت دی۔ داراشکوہ سفینۃ الاولیاء میں آپ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: "اس فقیر ایک مرتبہ نجد مت ایساں رسیدہ آثار ریاضت و مجاہدات بسیار از بشرہ شیخ ظاہرے شد" (یہ فقیر بھی آپ کی خدمت میں حاضری سے چکا ہے آپ کے چہرے پر ریاضت و مجاہدہ کے نشانات ظاہر تھے۔

آپ مستجاب الدعوات تھے روزانہ کافی لوگ آپ کی خدمت میں حاضری دیتے۔ خوشخط عمدہ انشا پرداز غشی آپ کے دروازے پر رہتے جو حاجت مندوں کے لیے بادشاہ اور امراء کی طرف آپ کی جانب سے سفارشی چٹھیاں اور رقعے لکھا کرتے تھے اور لوح سفارش نامہ "پرائسد" بس باقی ہوئی تحریر کرتے تھے۔ بادشاہ اور امراء آپ کی سفارش منظور کرتے اور حاجت مندوں کی غرض پوری ہو جاتی۔

علامہ مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی آپ کے ہم عصر تھے۔ ان سے بڑے گہرے مراسم تھے۔ اکثر آپ سے ملاقات ہوتی۔ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی نے کتاب غنیۃ الطالبین جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی تصنیف ہے اس کا

مولوی محمد شفیع ایم اے سابق پرنسپل اور نیشنل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور نے اپنی کتاب "مقالات دینی و علمی" حصہ اول (صفحہ ۲۳۸) میں لکھتے ہیں کہ غنیۃ الطالبین کا فارسی ترجمہ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کے لڑکے (مولانا عبداللہ لاہوری) نے شیخ بلاول قادری لاہوری کے فرمانے پر کیا۔

ترجمہ فارسی زبان میں حضرت شیخ بلاول قادری کے ایما سے کیا۔ اور آپ کے لڑکے مولانا عبداللہ لاہوری المتوفی ۱۶۸۳ء نے اس کتاب کا خطبہ (مقدمہ) لکھا تھا۔ حضرت شیخ محمد میر المعروف بہ میاں میر رح سے بھی دوستانہ مراسم تھے اکثر آپ کی ملاقات کے لیے جایا کرتے تھے۔ داراشکوہ حضرت شیخ شاہ بلاولؒ کا عقیدت مند تھا ایک دفعہ شاہ جہان بادشاہ کی ہمراہی میں حاضر خدمت ہوا۔ بادشاہ نے داراشکوہ کے حق میں کامیابی اور برخورداری کے لیے دعا کی التماس کی، جسے آپ نے قبول فرمایا اور دعا فرمائی، دوران گفتگو داراشکوہ نے حضرت شیخ سے دریافت کیا کہ بھی آپ نے شیخ میرؒ کو بھی دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ آنکھ کہاں جو اس قسم کے بزرگانِ خدا کا نظارہ کر سکے اور ان کی عظمت

بقیہ عاشرہ ص ۴۸ جو درست نہیں۔ آپ نے کسی تذکرہ یا ماخذ کا حوالہ نہیں دیا جو امر قابل تحقیق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا عبداللہ لاہوری نے غنیۃ الطالبین کا ترجمہ فارسی زبان میں نہیں کیا بلکہ خطبہ (مقدمہ) لکھا ہے۔ اس کتاب کا خطبہ (مقدمہ) بیٹے نے باپ کی وفات کے بعد لکھا۔ مفتی غلام سرورؒ رخصنیۃ الاصفیاء فارسی، جلد دوم ص ۲۵۱ تحریر کرتے ہیں "قطب وقت حضرت شاہ بلاول قادری لاہوری کے حسب ارشاد بہ اجازت روحانیت حضرت غوث اعظم مولانا عبدالحکیم نے غنیۃ الطالبین کا نہایت مقبول و مطبوع فارسی ترجمہ فرمایا اور شہنشاہ جہانگیر اور شاہجہان کے نزدیک سب سے زیادہ قدر و منزلت پائی۔"

و شان کو پہچان سکے العبد ان ظاہری آنکھوں سے آپ کا جمال کبھی کبھی  
 کر ہی لیتا ہوں، پھر بادشاہ نے سوال کیا کہ آپ کوئی ایسا عمل فرمائیں  
 جس کے کرنے سے سعادت اخروی نصیب ہو، آپ نے فرمایا کہ قیامت  
 کے دن کی باز پرس کے حال کا اندازہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ  
 عنہ کے حال سے کرنا چاہیے کہ دریائے جہنم کے پل میں سوراخ ہو  
 جس کی وجہ سے چند گز رنے والوں کے پاؤں کو چوٹ آئی اور اس  
 چوٹ کا عتاب امیر المومنین رضی اللہ عنہ پر ہوا کہ آپ رہنمائی اور مہربانی  
 کے راستے سے کیوں غافل ہے اور توجہ نہ دی۔ جس سے خلق خدا کو نقصان  
 ہوا، نقصان بغداد میں ہوا اور اس کا جواب حضرت امیر المومنین خلیفہ  
 وقت کو دینا پڑا، یہ کلمات سن کر باپ بیٹا دونوں خاموش ہو گئے۔  
 بیان کرتے ہیں ایک روز کسی نے آپ سے حضرت میر کے متعلق  
 استفسار کیا کہ آپ حضرت میر کی بہت تعریف کرتے ہیں کہ وہ اپنے  
 عہد کے امام طریقت، واقف اسرار حقیقت علوم ظاہری و باطنی میں بکثرت  
 روزگار اور عارف کامل ہیں، ریاضت، مجاہدہ، زہد و تقویٰ، فقر و عناد  
 اور توکل و قناعت میں ممتاز مقام رکھتے ہیں اور عارف شب زندہ دار  
 ہیں مگر وہ آپ کے حق میں صرف اتنا فرماتے ہیں کہ آپ ہر و صلح ہیں۔  
 آپ نے فرمایا کہ شیخ میر نے میری تعریف اسی ایک جامع لفظ سے کر دی  
 جس لفظ سے اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں پیغمبروں کی تعریف کی ہے اس  
 سے بہتر اور کوئی لفظ استعمال نہیں کیا، بس مجھے شیخ میر نے اسی لفظ سے

یا دیکھا جن سے پیغمبروں کو نہرا ہا گیا۔

صاحب محبوب نے الواصلین نے آپ کی روزانہ تقسیم اوقات اس طرح  
تحریر کی ہے صبح سے چاشت تک معروف مراقبہ و عبادت رہتے پھر  
اپنے ہاتھ سے کھانا تقسیم کرتے، دوپہر کے بعد ایک گھڑی قیلولہ کرتے پھر ظہر  
کی نماز باجماعت ادا کرتے اور نماز عصر تک متوجہ بحق رہتے تھے اسی دوران  
علقت پانی کے کوزے لے کر حاضر ہوتی شیخ دعا پڑھ کر اس پر دم کرتے  
اس طرح سینکڑوں بیمار شفا یاب ہو جاتے۔ پھر حاجت مندوں کے بلا شاہ  
اور امراء کے لیے سفارشی رقعے لکھے جاتے، وقت شام ہو جاتا آپ روزہ  
پانی سے افطار کر کے نماز مغرب ادا کرتے پھر خلوت میں جا کر چند رکعات  
نوافل ادا کرتے پھر کھانا تقسیم کرنے کے لئے نکلتے اور خود مان جوئی اور  
ساک چولائی کے چند نوالوں کے سوا کچھ نہ کھاتے تھے۔ عشاء کی نماز  
سے فارغ ہو کر خلوت گزیں بہتے نماز تہجد تک تلاوت قرآن شریف  
فرماتے۔

آپ کو ذیل اشعار بہت پسند تھے اور روز باں رہتے تھے۔  
یا الہی بدہ تو تو فیتمہ راہ بنما بسوئے حقیقہ  
زندگی مقصود بہر زندگیست زندگی بے زندگی شکر زندگیست  
آپ نے حد فیاض تھے۔ آپ کا لنگر بڑا وسیع اور دونوں وقت جاری

سے ماخذ تحقیقات حقیقہ

شکوہ تاریخ لاہور (عبد اللطیف) صفحہ ۱۵۸ - ۱۵۹

رہتا تھا یہاں تک کہ ایک داروغہ مرتضیٰ بھی موجود تھا ہمیشہ درویشوں مسافروں اور طالبان علم کی خدمت میں مشغول رہتے تھے۔ اندرام مخلص المتوفی ۱۱۶۲ھ کی مشہور تالیف ”بدائع وقائع“ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ خانقاہ شاہ بلاول اور گردونواح کا علاقہ ہمیشہ میدان جنگ رہا اور یہاں اکثر جنگیں ہوئیں بہت سے خوبصورت مقامات، سیرگاہیں اور مقبرے جو خانقاہ کے نزدیک تعمیر تھے تباہ و برباد ہو گئے حتیٰ کہ باغ شاہ بلاول بھی ویران ہو گیا۔ شاہ بلاول اور درگاہ شاہ حسین (رامادھوال حسین) کے درمیان قلعہ حضرت ایشاں میں حیات اللہ خان بہادر کی افواج رہا کرتی تھی۔ ۱۷۴۸ء کو مزار شاہ بلاول کے پرانے وقوع کے پاس جہاں بعد میں راجہ شیر سنگھ کی سمدھ بنی اور درگاہ راوی کی پرانی گذرگاہ کے کنارے احمد شاہ درانی اور حیات اللہ خان بہادر کی فوجوں میں لڑائی ہوئی حیات اللہ خان بہادر کا دست راست جتنت اللہ خان مارا گیا۔ قصور کا افغان سردار جملہ خان اپنے لشکر سمیت احمد شاہ درانی سے مل گیا۔ حیات اللہ خان بہادر راتوں رات چند معتبر و معتد ساتھیوں

سے اندرام نام مخلص تخلص تھا، وطن سو دہرہ ضلع سیالکوٹ پنجاب تھا، ۱۱۱۱ء میں پیدا ہوئے اپنے زمانے کے مشہور اہل قلم اور شاعر تھے مرزا عبدالقادر بیدل اور سراج الدین علی آرزو آپ کے استاد تھے۔ گلدستہ اسرار، بدائع وقائع، مرات اصطلاحات، سفرنامہ، رقعات مخلص، چمنستان، مرقع تصویر، ہنگامہ عشق، پری خانہ، دیوان روزنامہ اقوال اور رباعیات آپ کی مشہور

کی معیت میں خزانے کا بہت سا روپیہ لے کر وہلی بھاگ گیا۔ ۱۲ جنوری ۱۸۵۷ء  
 کو احمد شاہ درانی اور اس کی افغان افواج بیگم پورہ، عمارات حضرت ایشاں  
 اور گردونواح کے پر رونق علاقوں میں داخل ہو گئیں۔ لوٹ مار، قتل و غارت  
 کا بازار گرم ہو گیا خوبصورت اور دلکش عمارات کو تباہ و برباد کیا ان عمارت  
 کے کھنڈرات کھدائی کے وقت اب بھی لبتی بیگم پورہ، کوٹ خواجہ  
 سعید اور بھوگیوال میں نظر آتے ہیں۔

## خوارق و کرامات حضرت شاہ بلاول قادریؒ

(۱) چور کی توبہ: حضرت شاہ بلاولؒ کا لنگر بڑا وسیع تھا۔ دونوں  
 وقت لوگوں کو کھانا ملتا تھا۔ مطبخ میں ہر قسم کا کھانا پکانے کا سامان موجود  
 رہتا تھا۔ ایک دفعہ ایک چور رات کے وقت سامان خوراک چرانے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۷ تصانیف ہیں۔

۷ دیکھیں صفحہ ۵۸

۳ حیات اللہ خان (شاہنواز خان) ناظم لاہور تھا۔ عضد الدولہ نواب کریم خان  
 بہادر کا فرزند تھا۔ نواب زکریا خان ۱۲ جمادی الثانی ۱۱۵۸ھ بمطابق ۱۲ جولائی ۱۷۴۶ء  
 بمقام بیگم پورہ وفات پائی جنازہ مکان حضرت ایشاںؒ اٹھایا گیا اور اپنے باپ سیف الدولہ  
 عبدالصمد خان بہادر کے پہلو میں دفن کیا گیا نواب زکریا خان بہر دل عزیز و غایب  
 اور دولت گستر تھا اندرام مخلص اپنی کتاب بدائع وقائع میں لکھا ہے کہ نواب صاحب  
 کے جنازے پر اس قدر پھول برسائے گئے کہ شہر میں پھول نایاب ہوئے اور کسی

کے لیے باورچی خانے میں گھس گیا تو اندھا ہو گیا اور ایک کونے میں چھپ  
 رہا جب دن ہوا تو حضرت شاہ بلاولؒ نے داروغہ مطبخ کو بلایا اور کہا کہ باورچی  
 خانہ میں ایک اندھا بیٹھا ہے اور وہ رات سے بھوکا ہے اس کو کھانا دو۔  
 داروغہ نے اسے کھانا پیش کیا مگر اس نے کھانے سے انکار کر دیا اور  
 کہا کہ مجھے حضرت صاحبؒ کے پاس لے چلو چنانچہ جب پیش کیا تو اس نے  
 معافی مانگی اور سر قدموں پر رکھ دیا۔ حلقہ ارادت میں داخل ہوا اور آپ کی  
 دعا سے بینائی واپس آگئی۔

(۳) نزول باران

ایک دفعہ شیخ ابو طالب جو وہ ہزار ہی منصب دار تھا۔ آپ کا بڑا  
 عقیدت مند تھا اور حلقہ ارادت میں داخل تھا آپ کی خدمت میں حاضر  
 ہو کر عرض کیا کہ میرے دیہات کی جاگیر میں بارش نہیں ہوئی دعا فرمائیے  
 آپ نے آسمان کی طرف منکر کے دعا کی فوراً بادل نمودار ہوئے آپ  
 نے فرمایا جاؤ اور ابو طالب کی جاگیر پر برسو بادل وہاں سے اڑا اور  
 اس کی جاگیر کو سیراب کیا۔

بقیہ حاشیہ ص ۵۲ قیمت پر نہ ملے تھے۔ نواب زکریا خان کے اموال  
 بختی بادشاہ محمد شاہ ضبط ہوئے جو کہ عہد مغول کا قدیم دستور تھا کہ امراء  
 کی موت کے بعد اموال بختی بادشاہ وقت ضبط ہو جاتے تھے بعد میں حکم بادشاہ  
 جانشین کو واپس دے جاتے۔



## (۳) غصہ و جلال

ایک دفعہ آپ کے مرشد حضرت شاہ شمس الدین قادری لاہوری دیرپا کے  
 نزدیک ایک درخت کے سایہ میں آرام فرما رہے تھے آپ حاضر خدمت تھے کہ  
 ایک جاٹ آیا اور درخت پر چڑھ کر فکڑیاں کاٹنی شروع کر دیں آپ نے اسے  
 ہر چند روکا مگر جاٹ اپنے ارادہ سے باز نہ آیا آپ نے اس کی جانب نگاہ  
 غضب سے دیکھا وہ اسی گھڑی گر کر مر گیا۔ جب حضرت شمس الدین قادری  
 لاہوری بیدار ہوئے اور جاٹ کی حالت سے آگاہ ہوئے فرمایا "ہم  
 فقیروں کے لیے ایسا جلال اور غضب روا نہیں بہتر یہ ہے کہ آپ حضرت  
 ابواسحاقؒ کے ایک حجرے میں خلوت نشیں ہو کر تلاوت قرآن پاک میں  
 مشغول ہو جائیں" پچنانچہ شاہ بلاولؒ وہاں تشریف لے گئے اور ایک  
 لمبی مدت تلاوت قرآن پاک اور نماز و روزہ دوام میں گزار دی۔

## (۴) شفقت

محبوب الواصلین میں مرقوم ہے کہ آپ معلم شیخ ابواسحاق کے ایک حجرے سے  
 میں خلوت نشیں ہو کر ہمیشہ تلاوت قرآن شریف میں مشغول رہتے ایک  
 دفعہ آپ کے ہمسایہ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ پنجاب کی رسم کے مطابق جمانڈ

۲  
 لے رکھیں صفحہ ۳۳ لے بستی مزنگ بیرون شہر لاہور میں ایک محلہ ہے جو شاہ ابواسحاق  
 مزنگ کے نام سے مشہور ہے۔ اس محلہ میں شاہ ابواسحاق کی خانقاہ کے حجرہ  
 میں آپؒ چند سال تک مقیم رہے اور عبادت الہی میں مشغول رہے۔

زیر مبارک پا دینے کے لیے آئے وہ آدمی بہت تنگ دست اور مفلس تھا اپنے پاس کچھ نہیں رکھتا تھا شاہ بلاول اس کے حال سے واقف تھے اور مٹی کا آفتابہ لے کر حجرے سے باہر آئے اور اسے دیوار ہمسایہ پر مار کر توڑ ڈالا، تمام مٹی کے ٹکڑے زیرِ خالص بن گئے جنہیں نکال اٹھا کر لے گئے اور ہمسایہ کو ان سے خلاصی پائی۔

## وصال و تاریخ وفات حضرت شاہ بلاول قادری

وقت عشاء شب دوشنبہ ۲۸ ماہ شعبان ۱۰۴۶ھ / ۱۶۳۶ء بمعد، شاہ بلاول بادشاہ شہزادہ کی عمر میں وفات پائی موضع بھوگیوال کے متصل دریائے راوی کے کنارے اپنی تعمیر کردہ خانقاہ اور باغ میں دفن ہوئے۔

## قطعات تاریخ وفات از مولانا مفتی غلام سرور لاہوری

جناب شہ بلاول شاہ شاہان  
وگر کامل مہ فضل است عالی

۱۰۴۶ھ

(خزینۃ الاصفیاء حصہ اول)

زینب شاہچو در خلد معلی  
بگو مقبول حق سر مست تاریخ

۱۰۴۶ھ

ماخذ سفینۃ الاولیاء از شہزادہ داراشکوہ و خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور  
ان کتب کے علاوہ صاحب حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار آپ کی تاریخ وفات بوقت  
عشاء شب دوشنبہ ۲۸ ماہ شعبان ۱۰۴۶ھ کہتے ہیں جو درست نہیں۔

شاہ بلاول شاہ عالی جاہ تھے  
ان کا نور معرفت ہے خاتمہ

حضرت حق سے ملا ان کو بہشت  
دو نوزی تاریخ ہے یہ نیکو سرشت

۱۰۲۶ھ

( از حدیقۃ الاولیاء )

وصال آل شہد ہیں شاہ عرفان

۱۰۲۶ھ

بلاول پیر محبوب بہشت

## مزار حضرت شاہ بلاول قادری

موضع بھوگیوال کے متصل دریا راوی کے کنارے اپنی تعمیر کردہ خانقاہ اور باغ  
میں آپ کو آپ کے صاحبزادہ شیخ محمد حیات نے دفن کیا اور عالیشان گنبد آپ  
کے مزار پر بنایا گیا۔ خانقاہ کے ساتھ خوبصورت باغات، سیرگاہیں اور دلکش مقامات  
تعمیر تھے۔ خانقاہ کے سامنے ایک عالیشان خوبصورت مسجد بنی ہوئی تھی جس  
کے حجرے نہایت پاکیزہ اور صاف ستھرے تھے مسجد کے درمیان ایک حوض تھا۔  
وسیع اور گہرا تھا جس میں عجیب قسم کے نوارے تھے۔ باغ میں طرح طرح کے  
پھلدار درخت اور پھول دار پودے تھے مسجد میں حوض کے گرد قرآن شریف  
پڑھنے والوں، قاریوں اور حافظوں کے گروہ کے گروہ دن رات قرآن خوانی میں  
مشغول رہتے۔ باغ اتنا خوبصورت تھا کہ حاجت مند امیر کبیر بیگمات اور  
عقیدت مند درختوں کے سایہ تلے آرام کرتے۔ بعد از دوپہر آپ کی زیارت  
سے شرف ہوتے۔

خانقاہ شاہ بلاول اور گردنواح کا علاقہ پر ویران آباد ہمیشہ میدان

۱۰۲۶ھ

جنگ رہا ہے اور یہاں اکثر جنگیں ہوئیں۔ بہت سے خوبصورت مقامات  
سیرگاہیں اور مقبرے تباہ و برباد ہو گئے ان عمارات کے کھنڈرات کھدائی  
کے وقت اب بھی نظر آتے ہیں۔

جہاں اب مہاراجہ رنجیت سنگھ کی بارہ درہی ہے اور شیر سنگھ اور  
اس کا بارہ سالہ خوبصورت لڑکا (پرتاب سنگھ) کو ظالم اور بے رحم  
سندھانویوں نے قتل کر ڈالا تھا مقام شاہ بلاول کے نام سے مشہور ہے  
اور نشان قبر اب بھی موجود ہے مگر باغ اور چار دیواری کے نشانات نہیں  
ملتے۔ تاریخ لاہور کا مصنف رائے بہادر لاکھنویا لال (۱۸۸۴ء) صفحہ  
۲۳۸ تحریر کرتے ہیں کہ رنجیت سنگھ کے عہد حکومت میں دربار اوی اس  
قدر نزدیک آگیا کہ خانقاہ کی ایک دیوار گر گئی مہاراجہ رنجیت سنگھ نے  
فقیر نور الدین کو حکم دیا کہ شاہ بلاول کا صندوق قبر سے نکلوا کر کسی اور جگہ دفن  
کر دو چنانچہ فقیر نور الدین نے قبر کو کھدوایا اور تابوت کو نکلوایا۔ اور اس روز

شیر سنگھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا بیٹا اور ایک بہادر نوجوان تھا۔ ۱۸۴۲ء  
کو شیر سنگھ دربار اوی کے کنارے بارہ درہی و باغ شاہ بلاول میں فوجوں کا معائنہ  
کر رہا تھا کہ اجیت سنگھ سندھانویوں کے ساتھ اس نے نیک سلوک  
کیا تھا اور ان کی جاگیریں بحال رکھیں اور انعامات دیئے، اسے ایک بندوق  
پیش کی جو ساختہ انگلتان تھی مہاراجہ نے اسے دیکھنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔  
تو بے رحم سردار نے بندوق چلا دی شیر سنگھ وہیں ڈھیر ہو گیا پھر لہنا سنگھ

ہر شخص مسلمان شہر مہر کے اسی پر ہو گئی کی زیادت کو گئے اور سب کے  
 دیر و صندوق کو گھبرا گیا۔ سو سو برس کے بعد یہ تابوت زمین سے نکالا مگر  
 قفس کی ہرگز بدلی نہ تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ اسی وقت یہ شخص فوت ہوا ہے  
 چنانچہ وہ بارہ جنازہ کی تعداد پر بھی گئی اور حال کے موقع پر دفن کیا گیا۔ یہ مرزا

فقیر صاحب جو وہ سندھ میں رہا اور پھر شہر سنگھ کے خورد و سالہ علیہ کنور  
 پر تاج سنگھ کو بھی قتل کر دیا یہ حکم خاتما و دیباغ شاہ بلاول کے نام سے شہر  
 سے فوراً نکلی اور حیات رکھا ہے۔

آپ کا نام لاکھ پتیا لال، وطن حیر ضلع ڈیپہ اور کائٹھ خاندان سے تعلق  
 رکھتے تھے مفتی غلام سرور کے نامور شاگردوں میں سے تھے۔ ہندی تخلص، شعرو  
 سخن میں مولوی احمد بخش بیدل سے اصلاح لی، فارسی اور اردو میں بہت سی  
 کتابوں کے مصنف ہیں۔ تاریخ پنجاب اور تاریخ لاہور آپ کی مشہور کتابیں  
 ہیں۔ حکومت برطانیہ کے دور میں آپ ایگزیکٹو انجینئر ٹی ڈبلیو ڈی لاہور ڈویژن  
 کے عہدہ پر مامور تھے۔ آپ پر غلام دستگیر نامی اپنی کتاب بزرگان لاہور صفحہ (۲۶)  
 میں فقیر سوز الدین لکھتے ہیں: "انکہ فقیر عزیز الدین فقیر نور الدین کے چھوٹے بھائی تھے۔ مہاراج  
 رنجیت سنگھ کے دور میں یہ خاندان برسرِ اقتدار تھا فقیر صاحبان صوفی منش علم دوست مخیر  
 اور شریف مزاج لوگ تھے ان کے والد فقیر غلام محی الدین سلسلہ قادریہ شاہیہ کے ایک مقدس  
 شاخ تھے۔ ان صاحب خزانہ الاصفیاء نے جلد اول (ص ۱۶۳) پر لکھا ہے کہ ۱۲۵۲ھ  
 میں دریائے راوی بفرے کے بالکل قریب بہنا شروع ہو گیا تو اس خاندان سے کہہیں

جانب مشرق باغ راجہ دینا ناتھ نزد گھوڑے شاہ واقع ہے اس کی چار دیواری پختہ ہے دروازہ شمالاً مار باغ کے پرانے راستے میں جنوب کی جانب ہے اس کے اندر ایک وسیع میدان ہے جس کا رقبہ ۲۰ کنال ہے یہ اراضی راجہ دینا ناتھ نے بطور عطیہ مسلمانانِ لاہور کے حوالے کی تاکہ مزار کی دیکھ بھال ہو سکے۔ اب یہ مزار بہت خستہ و شکستہ اور قابل مرمت ہے۔ گردنوا حائے رہائشی مکانات تعمیر ہو گئے ہیں اور خانقاہ ان میں چھپ گئی ہے۔

بقیہ حاشیہ ۵۸ مزار کو نقصان نہ پہنچے آپ کی نعش مبارک کو وہاں سے نکال کر دوری جگہ دفن کیا اور اب ان کا مزار پرانے اور بیرونِ دہلی دروازہ واقع ہے لیکن دہلی دروازہ کے باہر نزدیک ترین شاہ بلاول کے نام کا کوئی مزار نہیں ہے۔ دہلی دروازہ کے باہر کافی فاصلہ (تقریباً دو تین میل) پر واقع ہے عابا اسی لحاظ سے اس کو بیرونِ دہلی دروازہ لکھا ہوگا۔ آپ دیوان دینا ناتھ کے نام سے مشہور تھے۔ انگریزوں نے دیوان دینا ناتھ کی خدمات و قابلیت کے بدلہ میں راجہ کا خطاب عطا کیا اور کلانور کا علاقہ جاگیر میں دیا۔ دیوان امر ناتھ تخلص اکبری اور دیوان رام ناتھ تخلص اصغری آپ کے دو فرزند تھے صاحبِ علم و ادب تھے۔ آپ کی عالیشان حویلی دہلی دروازہ کے اندر اب تک موجود ہے۔ آپ نے شمالاً مار باغ کے پرانے راستہ پر مزار گھوڑے شاہ کے متصل جہاں سے کوٹ خواجہ سعید کو بھی راستہ جاتا ہے اپنا باغ تعمیر کرایا۔ باغ کے ارد گرد چار دیواری تھی جو اب گر چکی ہے۔ باغ کا دروازہ مشرق کی جانب تھا جس کا اب کوئی نشان نہیں۔ باغ کے اندر بارہ دریاں۔ سہ نشین۔ چبوترے، حوض اور

لالہ شوہن لعل سوری کی مشہور تالیف عمدۃ التواریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ بہار اچہ رنجیت سنگھ خاٹقاہ حضرت شاہ بلاول گاہدیت احترام کرتا تھا۔ خاٹقاہ کے نزدیک ایک خوبصورت باغ تھا جو باغ شاہ بلاول کے نام سے مشہور تھا اس باغ میں بہار اچہ رنجیت سنگھ نے کئی مختصر اجلاس اور جشن کئے جن کا مفصل ذکر اس تاریخ کے مختلف دفتروں میں درج ہے (ص ۶۱ دفتر سوم حصہ اول)

بقیہ حاشیہ ص ۶ فوارے بھی تھے۔ اہالیان لاہور اکثر موسم برسات میں اس باغ میں سیر و تفریح کے لیے آتے تھے اور بڑی رونق رہتی تھی۔ اس باغ کے جنوب میں ایک دریا تھی جو نہایت خوبصورت اور چمکتی تھی اب وہ گر چکی ہے فوارے اور حوض بھی مٹ گئے ہیں ان کی جگہ نئے مکانات اور دکانیں تعمیر ہو گئی ہیں۔ اب یہ علاقہ بعد تقسیم پاک ہند لاہور میں پچھا کالونی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ رہے نام اللہ کا۔ مفتی تاجدین بن مفتی امام دین حالات ضلع لاہور (قدیم لاہور) ۱۸۶۷ء میں باغ راہو دینا ناٹھ کی تعریف

ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں  
 ”یہ باغ بھی پاس موضع کوٹی (کھوٹی) میراں کے اسی زمانہ میں بڑی شان و شوکت سے آباد ہوا زمین اس کی بہت اور آرائش و ضمدار ہے اور اس میں ایک بارہ دری جو کہ ایک بڑا بھاری محل سلطنت ہے بڑے شوق و ذوق سے تعمیر ہوئی۔ ایہاں بھی تاقیے کہ راہو دینا ناٹھ نہیں مرا بہت آرائش رہی ہر ایک طرح کا پھل پھول ہوتا تھا مگر اب ویسا نہیں رہا۔ پاس کے لاہور کی طرف  
 سے آج کا نام بہار الدین تھا۔ ماورزا دولی تھے۔ پانچ برس ہی کے سن میں آپ سے

مہاراجہ موصوف نے ایک مقام پر حکم دیا کہ اس باغ کی آرائش و زیبائش میں خاص توجہ دی جائے۔

”باغبانان شاہ بلاول و شمالا باغ را ایماے گردید کہ باغات صدر را بہ خوب ترین آئین مصفا و پاکیزہ باید ساخت“ (ص ۳۴۹ دفتر دوم) رنجیت سنگھ نے جب لاہور پر قبضہ کیا تو یہ شہر جو تقریباً نصف صدی پہلے تہذیب و ثقافت کا ایک درخشاں مرکز تھا۔ اور عہد شاہجہانی میں مدینۃ اولیا اور بغداد العلم کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ برباد ہو کر اجڑ چکا تھا۔ اندرون شہر کا حال بہت خراب تھا اور شہر کے باہر میلوں تک شکستہ عمارتوں، اجڑے محلوں اور شاہی عمارتوں کے کھنڈر نظر آتے تھے ان کھنڈرات کے درمیان متعدد قومی یادگاریں، باغات، مقبرے، مساجد اور خانقاہوں کے بھی نشانات موجود تھے۔ رنجیت سنگھ نے مغلیہ دور کی خالی اور متروکہ چوبلیاں اپنے سرداروں کے سپرد کیں، جنہوں نے مرمت بوضع خاطر خواہ کر دیا اور اپنا مسکن بنایا، پھر بطور جدید آبادی ٹھہریں آئی۔ شہر میں بے شمار مکانات، باغات، چوبلیاں، مندر، گوردوارے اور سما دھیں تعمیر ہوئیں، امراء نے جو

بقیہ حاشیہ ص ۱۱۳ کرامات ظاہر ہونی شروع ہوئیں۔ بچپن میں آپ کو گھوڑوں سے بہت محبت تھی جو شخص آپ کی خدمت میں آکر مٹی کا گھوڑا پیش کرتا فوراً مراد ہو جاتا۔ ۱۱ ربیع الاول ۱۰۰۳ھ / ۱۴ نومبر ۱۵۹۴ء کو بعد اکبر بادشاہ وفا پائی یہ اس مزار کی چار دیواری راجہ دینا ناتھ نے تعمیر کروائی تھی جو اب گر چکی ہے اب اردگرد نئے رہائشی مکانات تعمیر ہو چکے ہیں (تحقیقات حشری ص ۱۶۲)



باغات بنوائے یا حکم سرکار پرانے باغوں کو رونق دی اور آراستہ  
 پرستہ کیا ان کی تعداد ایک سو ستائیس تھی، شالامار باغ اس تعداد سے  
 مستثنیٰ تھا۔ باغ شاہ بلاول سب باغوں میں زیادہ سرسبز، تر و تازہ  
 پھلدار اور پر رونق تھا۔ اس باغ کے قرب و جوار اراٹوں کے مکانات  
 اور چھوٹے چھوٹے باغچے تھے جن میں آم اور جلمن گلاب اور تیلکے پودے بکثرت  
 تھے۔ مفتی تاجدین بن مفتی امام دین حالات ضلع لاہور (قدیم لاہور) میں  
 تحریر کرتے ہیں۔

**باغ شاہ بلاول** پاس مزار حضرت شاہ بلاول کے تعمیر اور آباد  
 کرایا ہوا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ہے سب باغوں پر فائق تھا۔ مہاراجہ  
 شیر سنگھ اکثر یہاں رہا کرتا تھا اور اسی جگہ مارا گیا۔ اس کے عہد کی  
 ایک بارہ دری نچتہ بہت عمدہ بنی ہوئی تھی سما دھاوس کی اور اوس کی  
 اولاد سے اس کے بیٹے پر تپ سنگھ کی ایہاں ہے پاس اوس بارہ دری  
 کے تھوڑے فاصلہ پر ایک حمام پرانا ہے مہاراجہ شیر سنگھ نے اوس  
 کو مرمت کیا تھا نیچے اوس کے نالہ دریائے راوی بہتا تھا جو کہ اب  
 بھی موسم پر سکال کڈا میں جاری رہتا ہے۔  
 باغ و مزار شاہ بلاول کے پاس ایک شکار گاہ بھی تھی۔ جہاں امراء

لہ نظریاتہ رنجیت سنگھ (ص ۲۷۱)

اکثر شکار کے لیے جایا کرتے تھے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ بھی شکار کھیلنے کے لیے آتے اور اس مقام پر آرام کے لیے قیام کرتے۔ یہ مقام آج بھی لاہور کے مشہور ترین مقامات سے ہے اور مرجح خاص و عوام ہے۔ عقیدت مندوں کی ایک بڑی تعداد آپ کے مزار پر حاضری دیتی ہے، آپ کا عرس اور سیلہ سال میں ایک مرتبہ ہوتا ہے۔ ۲۸ ماہ شعبان ۶۷۳ کی تاریخ ہے عرس کے موقع پر مجالس ذکر ہوتی ہیں جن میں آپ کے عقیدت مند جوش و جذبہ اور سرمستی کے عالم میں شریک ہوتے ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ سکھی عہد میں ایک رجم تھی کہ رات کے میلہ میں ہندو مسلمان بکثرت شرکت کرتے اور آتش بازی چھوڑا کرتے تھے ان کے علاوہ دور دور سے ناہر آتش باز بھی حاضری دیتے اور اپنے فن کا مظاہرہ کرتے عزت و احترام اور فضیلت کی دستار پاتے پھر رخصت کے جاتے مگر آج کل یہ رسم نہیں

بقیہ حاشیہ ۶۳ سے اس بابے مفتی تاجدین صاحب کی تحقیق کمزور ہے۔ حضرت شاہ بلاول کے صاحبزادے حضرت شیخ محمد حیات نے اپنے والد ماجد کو ان کی اپنی تعمیر کردہ خانقاہ اور باغ میں دفن کروایا پھر ایک عالی شان گنبد آپ کے مزار پر بنایا گیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے باغ کو تعمیر نہیں کروایا بلکہ آباد کیا اور ایک بچہ بارہ دروازے اور سمارے کا اضافہ کیا اس وقت کے عقیدت مندوں میں عید المذہب دار مہریرا بخش فضل الہی، حسین بخش، معراج دین، سراج دین، فیروز دین، اہر دین، الہی بخش، عنایت محمد، ولایت علی شاہ، مولانا بخش، محمد بشیر، محمد وزیر، ہدایت علی شاہ، منظر حسین، سید احمد شاہ، مناٹھیکیدار، سائیس جیون، مہر عبدالرحیم، مہرام دین، شاہدین

## نگرانیت و تولیت

صدر ایوب خان کے دور حکومت میں محکمہ اوقاف کا قیام عمل میں آیا جس کی بدولت بزرگان دین کے مزاروں کی دیکھ بھال کا کام براہ راست حکومت کی تحویل میں آگیا، یہ نشانیاں محفوظ و مامون ہو گئیں۔ اور بزرگان دین کے مزاروں پر شرک اور بدعت کی تمام رسوم ختم ہو گئیں مگر آپ کا مزار محکمہ اوقاف کی تحویل میں نہیں۔ مزار کی عمارت بہت بوسیدہ ہے اور قابل توجہ ہے۔ عقیدت مندوں محکمہ اوقاف اور محکمہ آثار قدیمہ جو کہ قدیم آثار کی حفاظت کا ذمہ دار ہے سے التماس ہے کہ اس کی مرمت کروائی جائے تاکہ دور شاہ جہاں کا عظیم صوفی اور ولی اللہ جس نے لاہور میں اشاعت علم دین کے لیے درس جاری کیا مفت تعلیم دی اسلامی مراکز اور قیام گاہ قائم کئے۔ درویشوں، مسافروں اور طلباء کے لیے نگر جاری کئے۔ علم ہنر کی مشعلیں روشن کیں جن سے قوم کے بچے ہوئے چراغ صدیوں تک روشنی حاصل کرتے رہے اور جو اس شہر میں تقریباً سترہ تین چار سو سال سے موجود خواب ہیں کے نشانات محفوظ و مامون ہو جائے۔ اور یہ قدیم شہر لاہور جو مدینہ اولیا اور نبداء العلم کے نام سے پکارا جاتا ہے زندہ ہے۔

بقیہ حاشیہ پیر بخش اور ملا پہلوان قابل ذکر بزرگ ہیں جو آپ کا سالانہ عرس اور دیگر تقریبات کو نہایت گرم جوشی محبت اور خلوص نیت سے ادا کرتے ہیں۔ یہ بزرگ چاہ میراں، کوٹ خواجہ سعید۔ بھوگیوال اور اندرون شہر لاہور میں اقامت پذیر ہیں۔

داراشکوہ نے جب بھی لاہور میں قیام کیا اور قیام کے دوران وہ علماء و شعراء اور اولیاء اللہ سے ملاقات کرتا رہا اس بارے میں اس نے اپنے تاثرات سفینۃ الاولیاء میں ذیل الفاظ میں ادا کئے ہیں۔

”لاہور ایک نہایت معزز اور ممتاز شہر ہے روئے زمین پر یہ ثانی نہیں رکھتا آج یہ شہر لاہور اولیاء صالحین، علماء و فضلاء اور شعراء کا مرکز بنا ہوا ہے یہاں بہت سے مشائخ اور اولیاء کے مزارات ہیں۔“

ہمیشہ اولیاء خیر و اذین ملک خدا میں قوم را منظور دارد  
(داراشکوہ قادری)

حضرت شاہ بلاول قادری کی وفات کے بعد آپ کے فرزند ارجمند شیخ محمد حیات خانقاہ کے متوالی ہوئے۔ آپ کے اور آپ کے خلفاء کے حالات زندگی نہیں ملتے۔ افسوس ہے کہ تاریخ کے اوراق ان کو محفوظ نہ کر سکے۔ حضرت شیخ محمد حیات حضرت محمد مقیم محکم الدین المتونی ۱۰۵۵ھ فرزند حضرت سید شاہ ابو المعالی (حجرہ والے) کے ہم عصر تھے۔

آپ کے والد ماجد کا نام شاہ ابو المعالی بن سید محمد نور بن سید بہاء الدین المشہور بہاول شیر تھا۔ خورد سالی ہی میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد کتاب علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے۔ سید جمال اللہ حیات المیر زندہ پیر کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور کلمات ظاہری و باطنی سے مالا مال ہوئے۔ آپ صاحب خوارق و کرامت تھے ۱۰۵۵ھ میں وفات

اس مختصر سے مضمون کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ اے اللہ مجھ  
 گنہگار کو حضرت شاہ بلاولؒ قادری اور جلد اولیاء اللہ کی سچی محبت عطا  
 فرما اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخش ' آمین ثم آمین

راقم الحروف

میال اخلاق احمد ایم۔ اے

۳۳۳ شاد باغ لاہور

بقیہ حاشیہ ص ۶۶ پائی۔ مزار موضع حجرہ میں زیارت گاہِ خلق ہے۔  
 آپ کا شجرہ نسب یوں بیان کرتے ہیں۔ حضرت محمد مقیم محکم الدین بن شاہ  
 ابو المعالی بن سید محمد نور بن سید بہاؤ الدین مشہور بہاول شیر قلندر بن سید محمود  
 بن سید علاء الدین زین العابدین بن سید سیح الدین بن سید صدر الدین بن  
 سید ظہیر الدین بن سید شمس العارفین شمس الدین بن سید مومن بن سید شاق بن  
 سید علی بن سید صالح بن سید عبد الرزاق ابن غوث الثقلین محبوب سبحانی  
 قدس اللہ سرہم العزیز۔

## شجرہ بیعت سلسلہ عالیہ قادریہ حضرت شاہ بلاول قادری

الہی بکرمات حضرت سید المرسلین خاتم النبیین، شفیع المذنبین، وارثہ العالمین  
شفاغت دستگاہ امت پناہ احمد مجتبیٰ سیدنا و مولانا حضرت محمد  
مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

الہی بکرمات حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ  
الہی بکرمات حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ  
الہی بکرمات حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

لے بعض لوگوں حضرت شاہ بلاول کے شجرہ بیعت کے بارے اختلاف رکھتے ہیں  
یہ ان کی نادانی اور کمزور تحقیق کی نشانی ہے۔ مستند کتابوں میں جو شجرہ بیعت درج ہے  
اور جو مختلف اولیاء کرام کے پاس جو آپ کے سلسلے سے تعلق رکھتے ہیں اور سلاسل  
محفوظ و مامون چلا آیا ہے وہ یہی ہے جو اد پر بیان کیا گیا ہے۔ اس میں چند اسطول  
کا اضافہ ہے اور وہی باعث اختلاف ہے۔ وہ یہ ہیں

” حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور  
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ فیض یاب ہوئے ان سے خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ  
علیہ نے فیض حاصل کیا ان سے حضرت حبیب مجتبیٰ رحمۃ اللہ علیہ اخذ فیض ہوئے ان سے  
حضرت خواجہ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ نے خرقہ ارادت پایا ان سے حضرت شیخ معروف  
کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فیض پایا۔“ باقی وہی ہے جو اد پر بیان کیا گیا۔ تحقیقات چستی  
میں آپ کا شجرہ طاقیت اس طرح مرقوم ہے: ” شاہ بلاول مرید حضرت شاہ شمس الدین وہ

الہی بکرمات حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ  
 الہی بکرمات حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ  
 الہی بکرمات حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ  
 الہی بکرمات حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ  
 الہی بکرمات حضرت امام علی موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ  
 الہی بکرمات حضرت شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ  
 الہی بکرمات حضرت شیخ سقوی رحمۃ اللہ علیہ  
 الہی بکرمات حضرت شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ  
 الہی بکرمات حضرت شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ  
 الہی بکرمات حضرت شیخ ابوالفضل عیدالواحد مہدی رحمۃ اللہ علیہ  
 الہی بکرمات حضرت شیخ ابوالفرح محمد طوسی رحمۃ اللہ علیہ

بقیہ حاشیہ ص ۶۸

مرید حضرت شاہ ابوالاسحاق کے تھے، شاہ ابوالاسحاق مرید حضرت داؤد بندگی کے جن کا راجہ  
 شیرگڑھ میں ہے اور وہ مرید سید حامد کے اور وہ شمس الدین محمد کے اور وہ اپنے والد  
 سید علی کے اور وہ اپنے والد سید احمد کے اور وہ اپنے باپ سید صوفی کے اور وہ اپنے  
 باپ ابی فخر کے اور وہ جناب غوث الاعظم سید محی الدین عبدالقادر جیلانی کے، اگر  
 بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مولوی نور محمد چشتی نے چند واسطے حذف  
 کر دیئے ہیں مکمل شجرہ طریقت بیان نہیں کیا اور اس کی تصدیق میں کسی ماخذ کا ذکر  
 نہیں کیا۔

- الہی بکرمت حضرت شیخ ابوالحسن علی بن محمد قریشی رحمۃ اللہ علیہ  
 الہی بکرمت حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزومی رحمۃ اللہ علیہ  
 الہی بکرمت حضرت قطب العالم عنوث الاعظم محبوب سبحانی شیخ  
 محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔  
 الہی بکرمت حضرت سید السادات جناب سید سیف الدین عبدالوہاب  
 رحمۃ اللہ علیہ  
 الہی بکرمت حضرت سید صفی الدین سید صوفی رحمۃ اللہ علیہ  
 الہی بکرمت حضرت سید احمد رحمۃ اللہ علیہ  
 الہی بکرمت حضرت سید مسعود رحمۃ اللہ علیہ  
 الہی بکرمت حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ  
 الہی بکرمت حضرت سید شاہ امیر رحمۃ اللہ علیہ  
 الہی بکرمت حضرت سید شاہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ  
 الہی بکرمت حضرت سید شاہ محمد عنوث گیلانی حلیمی اوچی رحمۃ اللہ علیہ  
 الہی بکرمت حضرت سید عبدالقادر ثانی گیلانی اوچی رحمۃ اللہ علیہ  
 الہی بکرمت حضرت سید عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ  
 الہی بکرمت حضرت سید حامد گنج بخش گیلانی رحمۃ اللہ علیہ  
 الہی بکرمت حضرت شیخ داؤد چونی وال رحمۃ اللہ علیہ  
 الہی بکرمت حضرت ابواسحاق لاہوری رحمۃ اللہ علیہ  
 الہی بکرمت حضرت شاہ شمس الدین لاہوری رحمۃ اللہ علیہ



الہی بکرمت حضرت سید شاہ بلاول لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

رحم کن برحالی زارِ ما

اے اللہ! ہمیں دین برحق کی خدمت کرنے کا زیادہ سے زیادہ

جذبہ عنایت فرما! اور اس پُر فتن دور میں سلامتی ایمان بخش!

آمین ثم آمین

راقم الحروف

میاں اخلاق احمد ایم۔ اے

۳۳۳ شاد باغ لاہور



## روزہ اور اس کا فلسفہ

مؤلفہ: مولانا محمد بخش مسلم بی اے

اس مختصر سے کتابچے میں روزے کی دینی اہمیت اور فلسفے پر نہایت جامع بحث کی گئی ہے یہ کتابچہ تبلیغ و رہنمائی کا کام دے گا۔

(روزنامہ امروز)

روزہ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہے اس کا مقصد اور فلسفہ کیا ہے؛ یہ جاننا ہر مسلمان کے

لیے ضروری ہے۔ (روزنامہ کوہستان) قیمت ... روپے

## غزوة بدر

مصنف اسلام محمد بخش مسلم بی اے

مصنف کی ایک کامیاب تصنیف ہے مصنف نے مددِ حق، مجزہ رسول، عزم و ہمت صحابہ ایسے انداز میں دکھایا ہے گویا قارئین سب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں جو کچھ کتاب میں مذکور ہے۔

کتاب سب کے لیے عموماً بچوں کے لیے خصوصاً مفید ہے۔

قیمت: ۳ روپے

میاں اخلاق احمد ایم اے

زمین اسلام

مصنف نے کتاب میں چاروں اماموں، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبلہ کے حالات زندگی نہایت سادہ اور عام فہم طریقے سے لکھے ہیں۔ (ذریعہ طبع)

ناشر: اردو پبلشرز کاچھوندرل۔ جمال پارک بھری شاہ۔ لاہور



# ”انسان“

(ناول)

از ڈاکٹر صلاح الدین اکبر

ایک طرف دس دس منزل اونچی بلڈنگیں سڑکوں پر لمبی موٹروں کی قطاریں اور دوسری طرف ہزاروں کاغذی جھونپڑیاں ایک طرف وہسکی اور ویس پہ بہانے کے لئے لاکھوں روپے کی تہہ دوسری طرف صاف سادہ پانی بھی میسر نہ ہو۔

اسکی ایک جھلک آپ کو ڈاکٹر صلاح الدین اکبر کے میں ملے گی۔

(۱) آپ کا ناول ”انسان“ میری نظر سے گذرا اور بہت د معلوم ہوا یہ ناول دلاویز بھی ہے اور اخلاق پرور بھی

منظور قادر

سابق وزیر خارجہ

(۲) یہ ناول ایک بگڑے ہوئے معاشرہ میں احساس ذمہ داری جاننے اور عملی جامہ میں ڈھلنے کی داستان ہے۔

(ادب لطیف)

(۳) ڈاکٹر صلاح الدین اکبر کا یہ ناول تو اس قابل ہے حکومت اس کتاب کے ہزاروں نسخے خرید کر تقسیم کرے۔

ہفتہ وار نمبر

قیمت 00

فاثر! اردو پبلسائٹرز کاچھو منزل  
جمال پارک مصری شاہ لاہور

